ماہنامہ
لاہور
نعت
الصلوٰۃ والسلام علیک
یا رسول اللہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

باقاعدہ اشاعت کا 22 واں سال

راجا غلام محمد (صدر ادارہ ابطال باطل) کی یاد میں جاری جریدہ

ماہنامہ

نعت

لاہور

جلد 22 — مئی 2009 — شمارہ 5

مدحت سرایانِ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

ایڈیٹر: راجا رشید محمود

ڈپٹی ایڈیٹرز: ڈاکٹر شہناز کوثر - اظہر محمود (0321-9409900)

منیجر: راجا اختر محمود (0321-9409200)

پبلشر: راجا رشید محمود، صدر ایوان نعت رجسٹرڈ

پرنٹرز: حاجی محمد نعیم کھوکھر نعیم پرنٹرز لاہور

کمپوزنگ / ڈیزائننگ: مدثر گرافکس فون 7230001، 0321-9409200، 0321-9409900

بائنڈرز: خلیفہ عبدالمجید بک بائنڈنگ ہاؤس 38 اردو بازار لاہور

قیمت:
15 روپے (عام شمارہ)
60 روپے (خصوصی شمارہ)
200 روپے (سالانہ)
عرب ممالک کے لیے 100 ریال

فون: 7463684

اظہر منزل نزد چوک گلی نمبر 5/10 نیو شالامار کالونی ملتان روڈ لاہور (پاکستان)
پوسٹ کوڈ: 54500

شعراءِ نعت

☆ ☆ ☆ ☆ ☆

پیغامِ اقبال کا محور

عشقِ مصطفیٰ ﷺ وہ مرکزی نقطہ ہے، جس کے گرد اقبال کا پورا پیغام گھوم رہا ہے۔ اقبال کے نزدیک فرد کا دینِ متین پر یقین، تعلق باللہ کی کیفیات کا راز اور ملی حیثیت مجموعی امتِ مسلمہ کی بقا اور سلامتی عشقِ رسول ﷺ میں پوشیدہ ہے۔ وہ اسی حقیقت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

مقامِ خویش اگر خواہی دریں دیر
بحق دل بند و راہِ مصطفیٰ ﷺ رو

راہِ مصطفیٰ (علیہ التحیۃ والثناء) سے ہٹ کر اہلِ اسلام کے لیے دنیا میں عزت و آبرو اور توقیر و عظمت کے ساتھ زندہ رہنا ممکن ہی نہیں۔ علامہ بار بار یہی کہتے ہیں کہ میں نے تقدیر کے چہرے سے پردہ ہٹا دیا ہے۔ اے مسلمان! ناامید نہ ہو اور راہِ مصطفیٰ اختیار کر۔ یعنی اگر آقا و مولیٰ کی راہ اختیار کی جائے تو ناامید ہونے کا کوئی جواز نہیں۔

کشودم پردہ را از روئے تقدیر
مشو نومید و راہِ مصطفیٰ ﷺ گیر

علامہ اقبال نے اس شخصیت کی تعریف و ثنا کو اپنا شعار بنایا، جس کے بغیر نہ خدا کی ربوبیت کا اظہار ہوتا، نہ قرآن نازل ہوتا، نہ فروغِ وادیٔ سینا کا ذکر ہوتا۔

وہ دانائے سبل، ختم الرسل، مولائے کل جس نے
غبارِ راہ کو بخشا فروغِ وادیٔ سینا

نگاہِ عشق و مستی میں وہی اول، وہی آخر
وہی قرآں، وہی فرقاں، وہی یٰسیں وہی طٰہٰ

اقبال جہاں کائنات کے وجود کو حضور کے نور کا کرم جانتے ہیں، وہاں عرفانِ نفس کا باعث بھی اسی کو سمجھتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ دنیا کے اس بُت خانے میں اپنی نوائے صبح گاہی سے میں نے ایک جہانِ عشق و مستی تعمیر کر لیا ہے۔

چو خود را در کنارِ خود کشیدم
بہ نورِ تو مقامِ خویش دیدم
دریں دیر از نوائے صبح گاہی
جہانِ عشق و مستی آفریدم

اقبال کہتے ہیں کہ ضعیفی کے باوصف اگر سرکار کا نور میری آنکھوں کو مستنیر کرے تو مجھے تابِ نظر حاصل ہو سکتی ہے۔

ہنوز ایں خاک دارائے شرر ہست
ہنوز ایں سینہ را آہِ سحر ہست
تجلی ریز بر چشمم کہ بینی
بایں پیری مرا تابِ نظر ہست

قرآن مجید فرقانِ حمید نے ہمارے آقا و مولا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو مختلف خطابات سے نوازا ہے، جن میں ایک خطاب ہے "عبدہٗ" کا۔ علامہ اقبال 'جاوید نامہ' میں مفہوم عبدہٗ کی وضاحت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ فلکِ مشتری پر حلاج کہتا ہے کہ

ہر کجا بینی جہانِ رنگ و بو
آنکہ از خاکش بروید آرزو
یا ز نورِ مصطفیٰؐ او را بہاست
یا ہنوز اندر تلاشِ مصطفیٰؐ ست

(ہر کہیں پیدا ہے شہرِ رنگ و بو
خاک سے جس کی ہو پیدا آرزو
ہے وہ ممنونِ مصطفیٰؐ کے نور کا
یا ہے وہ جویائے نورِ مصطفیٰؐ)

(ترجمہ انعام اللہ خاں ناصر)

اس پر زندہ رود اس سے اس جوہر کے بارے میں استفسار کرتا ہے، جس کا نام مصطفیٰ ہے۔ علامہ اقبال حسین بن منصور حلاج کی زبان سے مفہوم عبدہٗ کے بارے میں حتی المقدور وضاحت کرتے ہیں اور آخر میں اپنے عجزِ فہم کا اعتراف کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اگر کوئی اس لفظ کو سمجھنا چاہتا ہے تو وہ "وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى" کے مقام کو سمجھے۔ فرماتے ہیں،

عبدہٗ از فہمِ تو بالاتر است
زانکہ او ہم آدم و ہم جوہر است
(فہم سے وہ تیرے بالاتر بھی ہے — عبدہٗ آدم بھی ہے جوہر بھی ہے)

عبد دیگر، عبدہٗ چیزے دگر
ما سراپا انتظار، او منتظر
(عبد کمتر، عبدہٗ عالی وقار — منتظر وہ، ہم سراپا انتظار)

عبدہٗ دہر است و دہر از عبدہٗ ست
ما ہمہ رنگیم او بے رنگ و بوست
(عبدہٗ سے دہر ہے، دہر عبدہٗ — ہم میں ہیں سب رنگ وہ بے رنگ و بو)

سجدہ با ابتدا، بے انتہاست
سجدہ را صبح و شام ما کجاست

(سجدہ آغازِ بے انجام ہے   سجدہ آزاد از صبح و شام ہے)

اور آخری اور فیصلہ کن بات علامہ اقبال حلاج کے منہ سے یوں ادا کرتے ہیں:

کس ز سرِ عبدہٗ آگاہ نیست
عبدہٗ جز سرِ الا اللہ نیست

(کون اس کے بھید سے آگاہ ہے   عبدہٗ اک رازِ "الا اللہ" ہے)

علامہ کہتے ہیں کہ لا الٰہ تلوار ہے اور اس کی دھار عبدہٗ ہے، بلکہ اگر زیادہ صاف اور واضح الفاظ میں سننا چاہو تو دونوں ایک ہیں، تلوار اور دھار میں فرق کیا ہی نہیں جا سکتا۔

لا الٰہ تیغ و دمِ اُو عبدہٗ
فاش تر خواہی بگو "ھو عبدہٗ"

اور آخر میں علامہ کہتے ہیں کہ جب تک قرآن پاک یہ وضاحت نہ کرے کہ کنکریاں پھینکنے والا ہاتھ جو سرکار کا ہاتھ تھا، در اصل خدا تعالیٰ کا ہاتھ تھا، "ھو عبدہٗ" کی بات سمجھ میں نہیں آ سکتی۔

مدعا پیدا نہ گردد زیں دو بیت
تا نہ بینی از مقام "ما رمیت"

(کشفِ معنی کر سکیں کیا اک دو بیت   دیکھ تو سوئے مقامِ ما رمیت)

علامہ اقبال اپنی اسی تصنیف "جاوید نامہ" میں جرمن فلاسفر نطشے کا ذکر کرتے ہوئے افسوس کرتے ہیں کہ یہ بد قسمت شخص "لا" کے مقام تک رسائی حاصل کر چکا ہے مگر "الا اللہ" تک نہیں پہنچ سکا اور مقامِ عبدہٗ سے بے گانہ رہا۔

او بہ "لا" در ماندہ، تا "الا" نہ رفت
از مقامِ عبدہٗ بیگانہ رفت

سرِ عبدہٗ سے آگاہ ہونے کے عمل میں سر کا سجدہ نہیں مگر حضور شاہ میں دل کا سجدہ تو یوں بھی ناگزیر ہے کہ آقا نے خود ہی فرما دیا "من رآنی فقد رأی الحق" (یعنی جس نے مجھے دیکھا اس نے خدا کو دیکھ لیا)، پھر علامہ اقبال یہ اعتراف کیوں نہ کریں کہ میری آنکھوں کو نگاہ سرکار ہی نے بخشی ہے اور میری زندگی کی رات میں چاند کی روشنی آپ ہی کے کرم سے ہے ___ اور پھر حضورؐ کے اس ارشاد کے حوالے سے اُن کے رُخِ زیبا کی زیارت کی خواہش کیوں نہ ظاہر کریں۔

بچشمِ من نگہ آوردۂ تست
فروغِ لا الٰہ آوردۂ تست
دو چارم کن بہ صبحِ "مَن رَآنی"
شبم را تابِ مہ آوردۂ تست

حضور سرورِ کائنات علیہ السلام والصلوٰۃ نے فرمایا "لی مع اللہ وقت لا یسعنی فیہ نبی مرسل ولا ملک مقرب" یعنی ایک وقت ایسا آتا ہے کہ میں خدا کے ساتھ تنہا ہوتا ہوں۔ اس وقت نہ کوئی مرسل وہاں آ سکتا ہے اور نہ کوئی فرشتہ مقرب۔ علامہ اقبال پر اس حدیث پاک کا اتنا گہرا اثر ہوا کہ انہوں نے "تشکیل جدید الٰہیات اسلامیہ" (اپنے مشہور لیکچروں) میں بھی اس کا ذکر کیا ہے۔ "مثنوی اسرار خودی" میں کہتے ہیں:

تو کہ از وصل زماں آگہ نہ ای
از حیاتِ جاوداں آگہ نہ ای
تا کجا در روز و شب باشی اسیر
رمزِ وقتِ "لی مع اللہ" یاد گیر

علامہ نے اس حدیث مبارک کا ذکر "جاوید نامہ" میں بھی کیا ہے۔ زروان (وقت) کہتا ہے

(انعام اللہ خاں ناصر نے ان اشعار کا ترجمہ یوں کیا ہے)

لی مع اللہ جس کے دل میں بس گیا
اس نے میرے سحر کو باطل کیا
چاہتا ہے تو اگر مجھ سے اماں
لی مع اللہ کو بنا وردِ زباں
لی مع اللہ ہے نہ جانے سحر کیا
میری نظروں سے یہ عالم چھپ گیا

علامہ اقبال عشق مصطفیٰؐ میں افضل الخلائق بعد الانبیاء حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روش کے حامل ہیں اور جب رفیق نبوت کی زبان سے یہ نعرۂ حق سنتے ہیں تو اس کو حرزِ جاں بنا لیتے ہیں کہ

پروانے کو چراغ ہے بلبل کو پھول بس
صدیقؓ کے لیے ہے خدا کا رسول بس

وہ جانشین سرکار دو عالم حضرت صدیق اکبر کی جرأت پر دل و جاں سے فدا ہیں، جنہوں نے خدا سے کہہ دیا کہ مجھے مصطفیٰؐ کی ہستی کافی ہے۔ (اور ظاہر ہے کہ جس کے لیے سرکار کافی ہوں، نہ وہ گمراہ ہو سکتا ہے، نہ احکام خدا و رسولؐ سے سرتابی کی جرأت کر سکتا ہے)

بکوئے تو گدا از یک نوا بس
مرا ایں ابتدا، ایں انتہا بس
خراب جرأت آں رندِ پاکم
خدا را گفت "ما را مصطفیٰؐ بس"

"جاوید نامہ" میں وہ "محکمات عالم قرآنی" کی ذیل میں کہتے ہیں کہ خدا کا انکار ممکن ہے مگر شانِ نبی کے انکار کی گنجائش نہیں ہے۔

می توانی منکرِ یزداں شدن
منکر از شانِ نبیؐ نتواں شدن

اور اس کا باعث شاید یہ ہے کہ،

با خدا در پردہ گویم با تو گویم آشکار
یا رسول اللہ! او پنہان و تو پیدائے من

اس معاملے میں علامہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے موقف کے قائل ہیں اور عارفۂ ملت حضرت رابعہ بصری کے اس قول سے ہم آہنگ ہو کر کہ "من خدا را از اں می پرستم کہ ربِ محمدؐ است" فرماتے ہیں،

تو فرمودی، رہ بطحا گرفتیم
وگرنہ جز تو ما را منزلے نیست

وہ اپنی آسودہ جانی کے لیے وہی "شور" مانگتے ہیں جس نے حضرت صدیقؓ کے کاشانۂ دل کو تجلیات کا مسکن بنا دیا تھا،

ازاں فقرے کہ با صدیقؓ دادی
بشورے آور ایں آسودہ جاں را

چنانچہ سیرت حضرت صدیق اکبر کا ایک واقعہ یوں بیان کرتے ہیں کہ حضرت صدیق سے کسی نے پوچھا کہ آپ کو اللہ کے ساتھ زیادہ محبت ہے یا رسول اللہ کے ساتھ۔ تو انہوں نے فرمایا "مجھے اللہ کے رسول کے ساتھ زیادہ محبت ہے کیونکہ آپ کی بعثت سے پہلے ہم بھی یہیں تھے اور اللہ بھی یہیں تھا۔ نہ اس نے ہم کو پوچھا، نہ ہم نے اس کو پہچانا۔ اب جو اللہ کا رسول آ گیا تو ہم نے اللہ کو پہچان لیا اور اللہ نے بھی ہم کو ——— جناب

محمد عبداللہ قریشی کہتے ہیں کہ اس کے بعد علامہ نے اپنے دو شعر سنائے، جنہیں آپ غلبۂ رقت و گریہ کی وجہ سے بمشکل پورا کر سکے۔

معنیٔ حرفم کنی تحقیق اگر
بنگری با دیدۂ صدیقؓ اگر
قوتِ قلب و جگر گردد نبیؐ
از خدا محبوب تر گردد نبیؐ

علامہ اقبال کے عشق رسولؐ کے اس پہلو کا کمال یہ ہے کہ وہ خالق کائنات سے التجا کرتے ہیں کہ اگر روز محشر میرا حساب کتاب بہت ہی ضروری ہو اور مجھے کسی طرح معاف نہ کیا جا سکتا ہو تو میری فردِ عمل سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ سے پوشیدہ رکھی جائے یعنی اگر رہائی کی کوئی صورت نہ ہو تو خدا فردِ عمل دیکھے اور جو چاہے سزا بھی سنا دے مگر حضور پُرنور کے سامنے ندامت کا موقع نہ آئے۔

تو غنی از ہر دو عالم، من فقیر
روزِ محشر عذر ہائے من پذیر
ور اگر بینی حسابم ناگزیر
از نگاہِ مصطفیؐ پنہاں بگیر

علامہ اقبال اسلام کی خدمت کا جذبہ رکھتے تھے، قرآن پاک کے موضوعات پر کام کرنا چاہتے تھے اور اس سب کچھ سے ان کا منشا حضور پُرنور کی خوشنودی تھا۔ سید راس مسعود کے نام ایک خط میں لکھتے ہیں۔

"تمنا ہے کہ مرنے سے پہلے قرآن کریم سے متعلق اپنے افکار قلمبند کر جاؤں تاکہ (قیامت کے دن) آپ کے جدِ امجد (حضور نبی کریمؐ) کی زیارت مجھے اس اطمینانِ خاطر کے ساتھ میسر ہو کہ اس عظیم الشان دین

کی جو حضور نے ہم تک پہنچایا، کوئی خدمت بجا لا سکا۔"

(اقبال نامہ، حصہ اول، مرتبہ شیخ عطاء اللہ، ص ٣٦)

علامہ کے نزدیک مسلمانوں کے ہر قومی مرض کا واحد علاج عشق رسولؐ میں پنہاں و مضمر ہے۔

قوتِ عشق سے ہر پست کو بالا کر دے
دہر میں اسمِ محمدؐ سے اجالا کر دے

وہ جانتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ دوسروں کو اس حقیقت کا ادراک ہو جائے کہ اسم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تمام مسلمانوں کے ایمان کی جان ہے۔ یہی نام ہے جو زبان پر جاری ہو، دل میں جاگزیں ہو، دماغ پر پر تو فگن ہو تو ہمارا تشخص ہے، ہم ہیں ورنہ کچھ نہیں۔ 'بانگِ درا' میں کہتے ہیں:

سالارِ کارواں ہے میرِ حجاز اپنا
اس نام سے ہے باقی آرامِ جاں ہمارا

'جوابِ شکوہ' میں خداوندِ دو عالم بندۂ مومن کو مخاطب کر کے دہر میں اسم محمدؐ سے اجالا کرنے کی ہدایت کرتے ہوئے اس اسم مبارک کی یوں تعریف کرتا ہے:

ہو نہ یہ پھول تو بلبل کا ترنم بھی نہ ہو
چمنِ دہر میں کلیوں کا تبسم بھی نہ ہو
یہ نہ ساقی ہو تو پھر مے بھی نہ ہو خم بھی نہ ہو
بزمِ توحید بھی دنیا میں نہ ہو، تم بھی نہ ہو
خیمۂ افلاک کا استادہ اسی نام سے ہے
نبضِ ہستی تپش آمادہ اسی نام سے ہے

اقبال کہتے ہیں کہ عشقِ مصطفیٰ ہی کے کرشمے ہیں کہ بلال حبشی (رضی اللہ عنہ) کا نام آج تک بڑے بڑے باجبروت شہنشاہ، خدا کے سارے دوست اور اسلام کے سارے فرزند عزت و احترام سے لیتے ہیں:

اقبالؔ کس کے عشق کا یہ فیض عام ہے
رومی فنا ہوا، حبشی کو دوام ہے

اقبال کو شدید احساس ہے کہ عشقِ نبی ﷺ اتنی بڑی دولت ہے، جس کے حصول کے بعد کائنات کی ہر چیز مسخر ہو جاتی ہے اور عاشقِ رسول ﷺ کا دل کی گہرائیوں سے احترام کرتی ہے (جب خود خدا عاشقِ مصطفیٰ ﷺ کو اپنا محبوب قرار دیتا ہے تو ایسا کیوں نہ ہو)۔

شہیدِ عشقِ نبی ﷺ ہوں، میری لحد پہ شمعِ قمر جلے گی
اُٹھا کے لائیں گے خود فرشتے چراغ خورشید سے جلا کر

اقبال کہتے ہیں:

"خوشا وہ دل جو عشقِ نبوی کا نشیمن ہو"

(انوارِ اقبال از بشیر احمد ڈار۔ ص ۳۵)

ہر کہ عشقِ مصطفیٰ ساماںِ اُوست
بحر و بر در گوشۂ دامانِ اُوست

وہ خداوند کریم کے حکم کی تعمیل میں سرکار کو والدین اور دیگر تمام مخلوق سے زیادہ محبوب سمجھتے ہیں اور ان کا سینہ حضور ﷺ کے عشق کی آگ سے روشن اور ان کی روح آپ کے نور سے منور ہے۔

مرا افتاد بر رویت نظر
از آب و خاک گشتی محبوب تر

عشق در من آتشے افروخت است
فرحتش باد اکہ جانم سوخت است

علامہ کہتے ہیں کہ کوئی شخص عشقِ نبی ﷺ کی دولت سے فیض یاب ہونا چاہتا ہے تو وہ صدیق و علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) کا سوز خدا سے طلب کرے:

سوزِ صدیقؓ و علیؓ از حق طلب
ذرۂ عشقِ نبی ﷺ از حق طلب

اور ــــــ سوزِ صدیق و علی کیا ہے؟ اس کی وضاحت اعلیٰحضرت مولانا احمد رضا بریلوی یوں کرتے ہیں:

مولا علیؓ نے واری تری نیند پر نماز
اور وہ بھی عصر، سب سے جو اعلیٰ خطر کی ہے
صدیقؓ بلکہ غار میں جاں اس پہ دے چکے
اور حفظِ جاں تو جان فروضِ غرر کی ہے
ہاں، تو نے اُن کو جان، انہیں پھیر دی نماز
پر وہ تو کر چکے تھے جو کرنی بشر کی ہے
ثابت ہوا کہ جملہ فرائض فروع ہیں
اصل الاصول بندگی اس تاجور کی ہے

حضور رحمۃ للعالمین شفیع المذنبین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"من زار قبری وجبت لہ شفاعتی (جس نے میرے روضے کی زیارت کی اس کے لیے میری شفاعت واجب ہو گئی)

چنانچہ حضور کی شفاعت کے طالبوں کے دل و دماغ میں طیبہ کے جلووں سے مستفید و مستنیر ہونے کا شوق ناگزیر ہے۔ علامہ اقبال، مخدوم الملک سید غلام میراں

شاہ کے نام ۲۲ دسمبر ۱۹۳۲ء کے مکتوب میں انہیں زیارتِ روضۂ حضورؐ کی سعادت پر پیشگی مبارک باد پیش کرتے ہوئے کہتے ہیں:

"کاش میں بھی آپ کے ساتھ چل سکتا اور آپ کی صحبت کی برکت سے مستفیض ہوتا لیکن افسوس ہے کہ جدائی کے ایام ابھی کچھ باقی معلوم ہوتے ہیں۔ میں تو اس قابل نہیں ہوں کہ حضورؐ کے روضۂ مبارک پر یاد بھی کیا جا سکوں تاہم حضورؐ کے اس ارشاد سے جرأت ہوتی ہے کہ "انا لہ لی" یعنی گنہگار میرے لیے ہے۔ امید ہے کہ آپ اس دربار میں پہنچ کر مجھے فراموش نہ فرمائیں گے"

(اقبال نامہ، حصہ اول۔ ص ۲۲۹-۲۲۸)

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ علامہ اپنی حیات کے آخری دور میں عشق کی ان سعادتوں سے بہرہ ور ہوئے تھے، پہلے یہ عالم نہ تھا۔ لیکن حقیقت یہ ہے اوائل عمر ہی سے انہیں حضور پُرنور شافع یوم النشور سے بے حد عقیدت و ارادت تھی۔ چنانچہ ۱۹۳۲ء کے محولہ بالا خط سے قطع نظر، ہم دیکھتے ہیں کہ وہ ۲۵ اکتوبر ۱۹۱۱ء کو اکبر الہ آبادی کو ایک خط میں لکھتے ہیں:

"خواجہ حسن نظامی واپس تشریف لے آئے۔ مجھے بھی ان سے محبت ہے اور ایسے لوگوں کی تلاش میں رہتا ہوں۔ خدا آپ کو اور مجھ کو بھی زیارت روضۂ رسولؐ نصیب کرے۔ مدت سے یہ آرزو دل میں پرورش پا رہی ہے۔ دیکھیے کب جوان ہوتی ہے"

(اقبال نامہ، حصہ دوم۔ ص ۳۶)

مدینے اور مدینے والے کا نام سن کر اقبال کی آنکھیں بے اختیار نم ہو جاتی تھیں۔ ۱۹۳۲ء میں بہاول پور کے ایک پیر صاحب کے سفرِ حج کے ذکر سے اپنی محرومی کا احساس کر کے ان کی آنکھیں نم ہو جاتی ہیں تو ان کی بہن کہتی ہیں کہ عام صحت کی خرابی کے علاوہ آپ کی آنکھوں میں تکلیف ہے، اس لیے آپریشن کے بعد اگلے سال آپ بھی چلے جائیے گا۔ اس پر بڑے درد انگیز مگر پُرشوق لہجے میں فرمایا، "آنکھوں کا کیا ہے۔ آخر اندھے بھی تو حج کر ہی آتے ہیں" اتنا کہنے کے بعد آنکھوں سے آنسوؤں کی لڑیاں جاری ہو گئیں۔

(روزگار فقیر، جلد دوم، ص ۲۰۵)

پروفیسر یوسف سلیم چشتی جنوری ۱۹۳۸ء (وفات سے تین ماہ پہلے) کا ایک واقعہ لکھتے ہیں:

"ڈاکٹر عبداللہ چغتائی سفر یورپ پر جانے سے پہلے رخصتی ملاقات کے لیے علامہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ میری موجودگی میں انہوں نے چغتائی صاحب سے کہا کہ "اگر اللہ نے مجھے صحت دی تو میں بھی حجاز کا سفر کروں گا۔ بظاہر یہ آرزو پوری ہوتی نظر نہیں آتی مگر وہ چاہے تو کچھ مشکل بھی نہیں ہے" یہ کہہ کر مرحوم پر ایک کیفیت طاری ہو گئی اور ہم دونوں اس کیفیت کا نظارہ کرتے رہے"

(ماہنامہ بصیر کراچی۔ عید میلاد النبی نمبر ۱۹۶۲ء، ص ۷۰)

اقبال اس تصور سے محظوظ ہوتے ہیں، ایک خاص کیفیت کی لذت پاتے ہیں کہ آقا کے دربار میں حاضر ہیں، آنکھیں بند کر کے حضورؐ کے قدموں پر نچھاور ہو رہے ہیں۔

بیا اے ہم نفس باہم بنالیم
من و تو کشتۂ شانِ جمالیم
دو حرفے بر مرادِ دل بگوئیم
بپائے خواجہ چشماں را بمالیم

اقبال کے نزدیک صحرائے عرب کی ہر ساعت دل نواز اور فرحت انگیز ہے۔ عرب کا ذرہ ذرہ ہماری طرح عشق حضورؐ کے احساس سے مملو ہے۔ اس لیے وہ کہتے ہیں کہ آقا کے دربار کے راستے میں قدم اس انداز میں رکھنا چاہیے کہ مقدس ذروں کا لحاظ رہے اور ان کی دردمندی کا احترام کیا جائے۔

چہ خوش صحرا کہ شامش صبح خند است
شبش کوتاہ و روز او بلند است
قدم اے راہرو آہستہ تر نہ
چو ما ہر ذرۂ او دردمند است

علامہ اقبال جنت اور خاک مدینہ کا موازنہ کرتے ہیں تو یہ نتیجہ برآمد ہوتا ہے،

میں نے سو گلشن جنت کو کیا اس پہ نثار
دشت یثرب میں اگر زیر قدم خار آیا

اور کہتے ہیں کہ مدینہ طیبہ کو چھوڑ کر جنت میں جانا کس کو گوارا ہے۔ چنانچہ اس مقصد کے لیے انہیں بڑے پاپڑ بیلنے پڑتے ہیں۔

ہزار جنت کو کھینچتا تھا ہمیں مدینے سے آج رضواں
ہزار مشکل سے اس کو ٹالا بڑے جتانے بتا بتا کر

علامہ اپنے آقا و مولا رسول انام علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آرام گاہ اور مدینہ طیبہ کی خاک کی عظمت کا تصور کرتے ہیں تو انہیں سرکار کے قدموں کی برکت سے یہ شہر اور اس کا ذرہ ذرہ دو عالم سے بہتر لگتا ہے۔

خاک یثرب از دو عالم خوشتر است
اے خنک شہرے کہ آنجا دلبر است

وہ خواب گاہ مصطفیٰؐ کو کعبہ سے سوا سمجھتے ہیں یہ یقین رکھتے ہیں کہ اسی کے

دم سے سب کچھ ہے۔

وہ زمیں ہے تو مگر اے خواب گاہ مصطفیٰؐ
دید ہے کعبے کو تیری حج اکبر سے سوا
خاتم ہستی میں تو تاباں ہے مانند نگیں
اپنی عظمت کی ولادت گاہ تھی تیری زمیں
تجھ میں راحت اس شہنشاہ معظم کو ملی
جس کے دامن میں اماں اقوام عالم کو ملی
آہ یثرب! دیس ہے مسلم کا تو، ماویٰ ہے تو
نقطۂ جاذب تاثر کی شعاعوں کا ہے تو
جب تلک باقی ہے تو دنیا میں، باقی ہم بھی ہیں
صبح ہے تو اس چمن میں گوہر شبنم بھی ہیں

ظفر علی خاں نے اقبال کے متعلق کہا تھا،

"اقبال پکا مسلمان اور سچا عاشق رسولؐ ہے۔ وہ روتا ہے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عشق میں، وہ روتا ہے اسلام کی محبت میں۔"
(گفتار اقبال از محمد رفیق افضل۔ ص ۴۰)

پروفیسر یوسف سلیم چشتی اپنے ایک مضمون "اقبال اور عشق رسولؐ" میں لکھتے ہیں:

"مجھے ۱۹۲۵ء سے ۱۹۳۸ء تک ان کی خدمت میں حاضر ہونے کا موقع بھی ملتا رہا۔ میں اپنے ذاتی مشاہدے کی بنا پر بھی کہہ سکتا ہوں کہ جب کبھی سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام نامی ان کی زبان پر آیا تو معاً ان کی آنکھیں نم ہوگئیں۔ اقبال عشق رسولؐ میں اس قدر ڈوب گئے تھے کہ جب عاشقان رسولؐ کا تذکرہ کرتے، اس وقت بھی آبدیدہ

ہوجاتے۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے، ایک دن مرحوم علم الدین شہید (قاتل راجپال) کا ذکر چلا تو علامہ فرطِ عقیدت سے اُٹھ کر بیٹھ گئے، آنکھوں میں آنسو بھر لائے اور کہنے لگے "اسی گلاں کردے رہے تے ترکھاناں دا منڈا بازی لے گیا۔"

(بصیر کراچی۔ مئی ۱۹۶۲ء۔ ص ۲۷)

علامہ اقبال علیہ الرحمہ کے عشقِ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے بارے میں واقفانِ حال نے جس قدر ایمان افروز واقعات بیان کیے ہیں، ان سے حضرت علامہ کے دل کی کیفیت بخوبی ظاہر ہوتی ہے۔ غلام بھیک نیرنگ اپنے مضمون "اقبال کے بعض حالات" کے آخر میں رقمطراز ہیں:

"اقبال کا قلبی تعلق حضور سرورِ کائنات ﷺ کی ذاتِ قدسی صفات سے اس قدر نازک تھا کہ حضور کا ذکر آتے ہی ان کی حالت دگرگوں ہو جاتی تھی، اگرچہ وہ فوراً ضبط کر لیتے تھے۔ چونکہ میں بارہا ان کی یہ کیفیت دیکھ چکا تھا اس لیے میں نے ان کے سامنے تو نہیں کہا مگر خاص خاص لوگوں سے بطورِ راز ضرور کہا کہ یہ اگر حضورؐ کے مرقدِ پاک پر حاضر ہوں گے تو زندہ واپس نہیں آئیں گے، وہیں جان بحق ہو جائیں گے۔ میرا اندازہ یہی تھا۔ اللہ بہتر جانتا ہے۔"

(اقبال لاہور۔ اکتوبر ۱۹۵۷ء۔ ص ۳۰)

اللہ کریم ہمیں توفیق دے کہ ہم محسنِ قوم، شاعرِ مشرق، حکیم الامت علیہ الرحمہ کی تعلیم میں عشقِ مصطفیٰ ﷺ کی سعادتوں سے بہرہ مند ہو کر دنیا میں ایک زندہ قوم کی حیثیت سے معروف ہوں۔ آمین۔
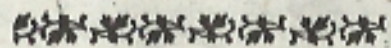
اقبالؒ کی نعت ﷺ ـــ مظاہرِ محبت

ایمان کی بنیاد عشقِ رسولِ کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم ہے۔ خداوندِ قدوس و کریم نے اپنے محبوبِ پاک کی تعریف و ثنا کی، انہیں مختلف خطابات سے پکارا، ان پر درود بھیجنے کو اپنا اور فرشتوں کا وطیرہ قرار دیا اور اہلِ اسلام کو حکم دیا کہ وہ بھی اپنے آقا و مولا علیہ التحیۃ والثنا پر درود و سلام کے پھول نچھاور کریں۔ خالق و مالکِ کائنات نے نہ صرف انہی لوگوں کو مومن کہا ہے جو ہر معاملے میں سرکار کو اپنا حکم تسلیم کریں تو اس نے ان کے ہاتھ کو اپنا ہاتھ گردانا اور اُن کی بیعت کو اپنی بیعت فرمایا اور یہ بھی کہا کہ جو شخص مجھ سے محبت کا دعوے دار ہو، وہ حضور پُرنور کی اتباع کرے تو میں اس سے محبت کرنے لگوں گا ـــ پھر سرکارِ دو عالم نورِ مجسم ہادیٔ اعظم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بھی وضاحت فرما دی۔ وما ینطق عن الھویٰ ان ھو الا وحی یوحیٰ کے مصداق سرکار کا فرمان کبریا کا فرمان ہے۔ سرورِ کائنات فخرِ موجودات علیہ السلام والصلوٰۃ نے فرمایا کہ مجھے اپنے والدین اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب و محترم نہ رکھنے والا صاحبِ ایمان نہیں ہو سکتا۔ جب اس معاملے میں کتاب و سنت کی تعلیمات واضح ہیں، جب اساسِ ایمان کی تشکیل خدا اور رسولِ خدا نے خود کر دی تو پھر وہ فرد جو حلقۂ ایمان میں آتا ہے، اسے عشقِ رسولؐ سے آگاہی ہوتی ہے اور وہ اسلام کی برکات سے متمتع ہونے کا قصد کرتا ہے۔ پھر وہ آدمی اس راہ سے کیسے بھٹک سکتا ہے جس کا گھریلو ماحول دینی ہو، جس کے والد نے اس کی تشکیلِ سیرت پر خصوصی توجہ دی ہو، جس نے اسلامیات کی فاضل شخصیتوں سے استفادہ کیا ہو، پھر تعلیماتِ دین کے تناظر میں کائنات اور اسرارِ کائنات کی چھان بین کی ہو، مغرب کے علوم کی غواصی

کرتے ہوئے بھی ارشاداتِ رسولِ پاک کی آکسیجن نے اسے زندہ رکھا ہو اور وہ پہلے کی طرح اس بحرِ ظلمات سے بھی منور و منوّر ہی باہر آیا ہو۔ اس کے ایمان کی بنیاد میں جو مٹی گارا استعمال کیا گیا تھا اس کے باعث وہ کفر و الحاد کے جھکڑوں اور مغربیت کے گردبادوں سے محفوظ و مامون رہا۔ غیر اسلامی تہذیب و تمدن کی چکا چوند سے بھی اس کی آنکھیں نہ چندھیائیں اور زمانے کے نشیب و فراز اور حالات کی ناسازگاری نے بھی اس کے کردار کی پختگی پر کوئی کامیاب حملہ نہ کیا۔

زمستانی ہوا میں گرچہ تھی شمشیر کی تیزی
نہ چھوٹے مجھ سے لندن میں بھی آدابِ سحر خیزی

شاعرِ مشرق حکیم الامت علامہ اقبال نے عشقِ رسولِ مقبول کو اپنی زندگی کا جزوِ لازم بنالیا تھا، اُنھوں نے انسانیت اور اس کے شرف کا ذکر کیا ہے اسلام اور اُس کے شعائر کا تذکرہ چھیڑا ہے، ملحدانہ افکار و نظریات کی تغلیط کی ہے، دنیا کو فلسفے کی نئی جہتوں سے آشنا کیا ہے اور اسلامیانِ ہند یا مسلمانانِ عالم کو سرفرازی کی راہیں سجھائی ہیں ——— اور ان میں عشقِ مصطفیٰ کے جذبے کو رہنما بنایا ہے اور ذوق کے اس پہلو سے تعمیر کے سارے پہلوؤں کو آشکار کیا ہے۔

حضورِ پُر نور شافعِ یوم النشور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کے حوالے سے علامہ اقبال کی طبیعت میں سوز و گداز تھا، رسولِ انام علیہ السلام کے ذکر میں ان کی دردمندی ہر سچے عاشقِ رسولؐ کی طرح ضرب المثل بن گئی ہے۔ وہ سرکار کی محبت میں اس قدر سرشار تھے کہ جونہی ذکرِ خیر الانام چھڑتا، ان کی آنکھوں سے اشکوں کی جھڑی لگ جاتی تھی۔

فقیر سید وحید الدین "روزگارِ فقیر" حصہ اول میں لکھتے ہیں:

"ذاتِ رسالتمآب کے ساتھ انہیں جو والہانہ عقیدت تھی، اس کا اظہار اُن کی چشمِ نمناک اور دیدۂ تر سے ہوتا تھا۔" (ص ۹۴)

ملفوظاتِ اقبال" میں مرزا جلال الدین بیرسٹر رقم طراز ہیں:

"وہ نبیوں میں رحمت لقب پانے والا" سنتے ہی ان کا دل بھر آتا اور وہ اکثر بے اختیار رو پڑتے۔"

بڑودہ یونیورسٹی کے ڈاکٹر وحید اشرف کہتے ہیں۔

"اقبال کے اشعار میں اسلام کا فلسفۂ حیات مضمر ہے لیکن یہاں فلسفہ فلسفہ نہیں رہ جاتا بلکہ عشقِ رسولؐ کے جذبے میں ڈھل کر شعر کا پیکر اختیار کرتا ہے جس کے بغیر اقبال کی شاعری محض فلسفہ ہو کر رہ جاتی۔"

(المیزان بمبئی، امام احمد رضا نمبر ص ۵۶۹)

ڈاکٹر فرمان فتح پوری اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ:

"ان کے فکر و فن کا نقطۂ آغاز بھی رسالت ہے اور نقطۂ ارتقا و اختتام بھی رسالت ہے۔"

(اُردو کی نعتیہ شاعری ص ۷۵)

پروفیسر ڈاکٹر امانت، واڈیا کالج پونہ (بھارت) کہتے ہیں:

"اقبال کی شاعری دراصل رسولِ کریم کے اُسوۂ حسنہ کی آئینہ دار ہے جو منطقی، حکیمانہ، ادیبانہ اور شعری دلآویزیوں کے ساتھ نغمۂ حیات بن کر زندگی کا پیغام پہنچا رہی ہے۔"

(سہ ماہی نوائے ادب بمبئی۔ اکتوبر ۱۹۰۵ء)

فقیر وحید الدین کی گواہی ہے کہ:

"ڈاکٹر صاحب کا دل عشقِ رسولؐ نے گداز کر دیا تھا۔ زندگی کے آخری زمانے میں تو یہ کیفیت ہو گئی تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر آجاتا تھا تو ڈاکٹر صاحب کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلتے تھے"

(اقبال بڑا اُپدیشک، مرتبہ شمیم حیات سیال۔ ص ۷۲)

علامہ اقبال کے ارتحال سے چند دن پہلے مولانا غلام مرشد زیارت کے لیے گئے تو دیکھا کہ "علامہ کے لبوں سے حضور کا ورد جاری تھا اور ان کی نگاہیں اشکبار تھیں"۔

(ذکر و نظر اسلام آباد۔ اقبال نمبر حصہ دوم ۱۹۷۸ء ص ۶۴)

ایک دفعہ انہیں مضطرب دیکھ کر حکیم احمد شجاع نے وجہ دریافت کی تو انہوں نے کہا: "احمد شجاع! میں یہ سوچ کر اکثر مضطرب اور پریشان ہو جاتا ہوں کہ کہیں میری عمر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر سے زیادہ نہ ہو جائے"۔

خدا نے اس عاشق رسول کی اس تمنا اور دعا کو قبول فرمایا یعنی اقبال ۶۱ برس کی عمر میں فوت ہوئے۔ (روزگار فقیر جلد دوم۔ ص ۷۲)

باعث تخلیق دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق و محبت کا یہ جذبہ اقبال کے رگ و پے میں یوں سرایت کر گیا تھا کہ حضور کی تعریف کرتے تو روتے، سرکار کا ذکر سنتے تو کیفیت طاری ہو جاتی۔ اور پروفیسر یوسف سلیم چشتی کہتے ہیں کہ

"جب عاشقانِ رسول ﷺ کا تذکرہ کرتے، اس وقت بھی آبدیدہ ہو جاتے"۔

(البصیر کراچی، مئی ۱۹۷۲ء۔ ص ۶۷)

کبھی اپنی بے بضاعتی پر غور کرتے تو سرکار کے حضور حاضری کے خیال سے کانپ اٹھتے۔ اسی کیفیت میں کہا ہے کہ:

بپایان چوں رسد این عالم پیر
شود بے پردہ ہر پوشیدہ تقدیر
مکن رسوا حضور خواجہ ما را
حساب من ز چشم او نہاں گیر (ارمغان حجاز ص ۲۳)

فقیر سید وحید الدین کہتے ہیں کہ جب علامہ گول میز کانفرنس سے واپس آئے تو میرے والد نے انہیں کہا کہ کیا ہی اچھا ہوتا کہ واپسی پر روضۂ اطہر کی زیارت سے بھی

آنکھیں نورانی کر لیتے۔ یہ سنتے ہی ان کی حالت دگرگوں ہو گئی۔ چہرے پر زردی چھا گئی اور آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ چند لمحے تک یہی کیفیت رہی۔ پھر کہنے لگے "فقیر! میں کس منہ سے روضۂ اطہر پر حاضر ہوتا"۔ (روزگار فقیر، جلد اول ص ۳۶، ۳۷)

کبھی اقبال اپنے آپ سے نظر ہٹا کر سرکار کے کرم پر نگاہ کرتے ہیں تو دراقدس پہ حاضری کی تمنا کو زبان دے دیتے ہیں۔ سید غلام میراں شاہ کے نام ایک خط میں لکھتے ہیں:

"میں تو اس قابل نہیں ہوں کہ حضور کے روضۂ مبارک پر یاد کیا جاؤں تاہم حضور کے اس ارشاد سے جرأت ہوتی ہے کہ فرمایا الطالح لی و گنہگار میرے لیے ہے"۔ (اقبال نامہ حصہ اول، ص ۲۲۸)

پیر غلام بھیک نیرنگ علامہ اقبال کے سرکار سے قلبی تعلق کے پیش نظر اور حضور کے ذکر میں ان کی دگرگوں حالت کے حوالے سے کہتے ہیں کہ:

"میں نے ان کے سامنے تو نہیں مگر خاص لوگوں سے بطور راز ضرور کہا کہ یہ اگر حضور کے مرقد پاک پر حاضر ہوں گے تو زندہ واپس نہیں آئیں گے، وہیں جاں بحق ہو جائیں گے"۔ (اقبال لاہور۔ اکتوبر ۱۹۵۷ء ص ۲۰)

اقبال خود بھی مدینہ طیبہ میں حاضری کی انہی معنوں میں تمنا کرتے رہے جو عرفی نے چاہے۔ بار بار ندامت کرتے ہیں کہ میرا دامن عمل سے خالی ہے مگر آپ کی بے پایاں رحمت اور بے کراں کرم نے مجھے جرأتِ اظہارِ تمنا بخشی ہے۔ آپ نے بوصیری کو جذام سے نجات دی اور آپ دو جہاں کے لیے رحمت ہیں، میرے ستارے کو بھی بلندی عطا فرمایئے کہ مجھے مدینہ پاک میں موت آئے اور میرے مرقد کو آپ کا سایۂ دیوار نصیب ہو۔

ہست شانِ رحمتت گیتی نواز
آرزو دارم کہ میرم در حجاز
کوکبم را دیدۂ بیدار بخش
مرقدے در سایۂ دیوار بخش (اسرار و رموز)

جو شخص حضور رسولِ انام علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مقامِ بلند کے بارے میں جان لے گا وہ زندگی بھر بھی نبی کی رحمت چاہے گا اور انہی کے سایۂ رحمت میں موت کی خواہش بھی کرے گا۔ ۲۴ جنوری ۱۹۲۳ء کے ایک مکتوب میں علامہ اقبال لکھتے ہیں:

"میرا عقیدہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم زندہ ہیں اور اس زمانے کے لوگ بھی اسی طرح مستفیض ہو سکتے ہیں جس طرح صحابہ ہوا کرتے تھے۔"

(فیضانِ اقبال، مرتبہ شورش کاشمیری۔ ص ۲۸۷)

بات یہیں پر ختم نہیں ہو جاتی کہ اقبال کا یہ عقیدہ تھا، اس کا عمل بھی یہی تھا، ——— اس پر سرکار نے کرم بھی کیا۔ ۱۲ جون ۱۹۳۶ء کو پروفیسر الیاس برنی کے نام ایک خط میں لکھتے ہیں:

"۳ اپریل کی رات ۳ بجے کے قریب میں نے سرسید کو خواب میں دیکھا، پوچھتے ہیں، تم کب سے بیمار ہو؟ میں نے عرض کیا، دو سال سے اوپر مدت گزر گئی، فرمایا، حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کرو۔ میری آنکھ اسی وقت کھل گئی اور اس عرضداشت کے چند شعر، جو اب طویل ہو گئی ہے، میری زبان پر جاری ہو گئے۔۔۔۔ ۴ اپریل کی صبح سے میری آواز میں کچھ تبدیلی شروع ہوئی۔ اب پہلے کی نسبت آواز صاف تر ہے اور اس میں وہ رنگ عود کر رہا ہے جو انسانی آواز کا خاصہ ہے۔"

(اقبال نامہ حصہ اول، ص ۳۱۴) - ۲۹ جون ۱۹۳۶ء کو سرسید کے پوتے سر راس مسعود کے نام ایک خط میں بھی یہی ذکر ملتا ہے (خطوطِ اقبال، مرتبہ رفیع الدین ہاشمی۔ ص ۲۶۳)

اعلیٰ حضرت امام اہلِ سنّت شاہ احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا تھا:

اس کے طفیل حج بھی خدا نے کرا دیے
اصل مراد حاضری اُس پاک در کی ہے

"ارمغانِ حجاز" میں علامہ کا بھی یہی موقف ہے:

درآں دریا کہ اُو را ساحلے نیست
دلیلِ عاشقاں غیر از دلے نیست
تو فرمودی رہِ بطحا گرفتیم
وگرنہ جز تو ما را منزلے نیست

۱۳ جون ۱۹۳۷ء کو سر اکبر حیدری کے نام ایک خط میں بھی لکھتے ہیں:

"میرا ہر بُنِ مُو پیغمبرِ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی احسان مندی کے جذبات سے لبریز ہے اور میری روح ایک بھرپور اظہار کی طالب ہے۔ جو صرف آپ کے مزارِ اقدس پر ہی ممکن ہے۔ اگر خدا نے مجھے توفیق بخشی تو میرا حج اظہارِ تشکّر کی ایک شکل ہوگی۔"

(خطوطِ اقبال۔ ص ۲۷۸)

حضرات محترم! سورج تو مغرب میں غروب ہوتا ہی ہے، اقبال اس کی غایت پر غور کرتے ہیں تو یہ نتیجہ برآمد ہوتا ہے کہ:

عظمت ہے خاص پاک مدینے کی خاک کو
خورشید بھی گیا تو وہاں سر کے بل گیا

علامہ اقبال کا کوئی بھی مجموعۂ کلام دیکھ لیں، ان کے مکاتیب پر نظر دوڑائیں ان کے ملفوظات کا مطالعہ کریں، ان کے پاس اُٹھنے بیٹھنے والوں سے ان کے شب و روز کے بارے میں پوچھیں ——— محسنِ انسانیت ہادیٔ سبل ختم الرسل مولائے کل صلی اللہ علیہ وسلم سے عقیدت و ارادت کی مختلف شکلیں سامنے آئیں گی۔ "بانگِ درا" میں انسان کے شکوے کے جواب میں خدا کہتا ہے کہ:

کی محمدؐ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

"پس چہ باید کرد اے اقوامِ شرق" میں علامہ محمد بن سعید بوصیریؒ کے حوالے سے
اقبال بارگاہِ رسولِ مقبولؐ میں صحت طلبی کے لیے لب کھولتے ہیں۔

چوں بُصیری از تو می خواہم کشود
تا بمن باز آید آں روزے کہ بود

"بالِ جبریل" میں اقبال فلسفۂ معراج پر خامہ فرسائی کرتے دکھائی دیتے ہیں؛

سبق ملا ہے یہ معراجِ مصطفیٰؐ سے مجھے
کہ عالمِ بشریت کی زد میں ہے گردوں

اسی مجموعے میں یہ زبان زدِ خاص و عام شعر بھی ہیں؛

وہ دانائے سبل ختم الرسل مولائے کل جس نے
غبارِ راہ کو بخشا فروغِ وادیٔ سینا
نگاہِ عشق و مستی میں وہی اول، وہی آخر
وہی قرآں، وہی فرقاں، وہی یٰسیں وہی طٰہٰ

اقبال کی نعت گوئی پر کسی مفصل گفتگو یا ان کے عشقِ رسولؐ کی جزئیات پر
بات چیت کے بجائے آج میں صرف بہ اجمال ان کی ایک نظم کا تذکرہ کرتا ہوں۔ یہ نظم
اُنھوں نے انجمن حمایت اسلام لاہور کے اجلاس میں "ابرِ گہربار" کے عنوان سے پڑھی
تھی، بعد میں "فریادِ اُمت" کے نام سے چھپی۔ اس میں کبھی تو صدمۂ ہجر کی لطف انگیزیوں
کے ناز اُٹھاتے ہیں؛

صدمۂ ہجر میں کیا لطف ہے اللہ اللہ
یہ بھی اک ناز ہے تیرا، نہ اُٹھاؤں کیونکر

کبھی اس صدمے کے باعث زندگی سے پشیماں دکھائی دیتے ہیں؛

دور رہتا ہوں کسی بزم سے اور جیتا ہوں
یہ بھی جینا ہے کوئی، جس سے پشیماں ہوں میں

کبھی اپنے قلب میں جھانکتے ہیں تو اس کی رفعتوں پر حیرت زدگی کے عالم میں
مفتخر ہوتے ہیں۔

اس کو اپنا ہے جنوں اور مجھے سودا اپنا
دل کسی اور کا دیوانہ، میں دیوانۂ دل
عرش کا ہے، کبھی کعبے کا ہے دھوکا اس پہ
کس کی منزل ہے الٰہی مرا کاشانۂ دل

اور پھر سیدِ مکی مدنی العربی سے مدد کی درخواست کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

مئے عرفاں سے مرا کاسۂ دل بھر جائے
میں بھی نکلا ہوں تری راہ میں سائل ہو کر

پھر عشقِ رسولؐ کے جذبے کی شدت یہ انداز اختیار کرتی ہے؛

تیری اُلفت کی اگر ہو نہ حرارت دل میں
آدمی کو بھی میسر نہیں انساں ہونا
یہ شہادت گہِ اُلفت میں قدم رکھنا ہے
لوگ آسان سمجھتے ہیں مسلماں ہونا
قابِ قوسین بھی، دعویٰ بھی عبودیت کا
کبھی چلمن کو اُٹھانا، کبھی پنہاں ہونا
یہی اسلام ہے میرا، یہی ایماں میرا
تیرے نظارۂ رخسار سے حیراں ہونا

جی تو چاہتا ہے کہ اس نظم کے اسرار و رموز پر اپنے فہم کے مطابق گفتگو
کروں لیکن ڈر ہے کہ شرح کی کوشش میں کہیں نظم کا لطف ہی غارت نہ ہو جائے۔
اس لیے صرف علامہ اقبال ہی کو سنیے؛

حشر میں ابرِ شفاعت کا گھر بار آیا
دیکھ اے جنسِ عمل، تیرا خریدار آیا
پیرہن عشق کا جب حسنِ ازل نے پہنا
بن کے یثرب میں وہ آپ اپنا خریدار آیا
میں نے سو گلشنِ جنت کو کیا اس پہ نثار
دشتِ یثرب میں اگر زیرِ قدم خار آیا

اور

ما عرفناک نے چھپا رکھی ہے عظمت تیری
قاب قوسین سے کھلتی ہے حقیقت تیری
تیرے قربان میں اے ساقیٔ میخانۂ عشق
میں نے اک جام کہا، تو نے دیے خم مجھ کو
موت آجائے جو یثرب کے کسی کوچے میں
میں، نہ اٹھوں جو مسیحا بھی کہے قُم مجھ کو
خوف رہتا ہے یہ ہر دم کہ رہِ یثرب میں
طور کی سمت نہ لے جائے تو ہم مجھ کو

اب علامہ اقبال قوم کی حالت بیان کرنا چاہتے ہیں، آقا و مولا علیہ التحیۃ والثناء پہ استمداد کی درخواست کرنے والے ہیں ——— اس لیے سرکار کو اُن کے لطف و کرم کے حوالے سے پکارتے ہیں:

اے کہ تھا نوحؑ کو طوفاں میں سہارا تیرا
اور ابراہیمؑ کو آتش میں بھروسا تیرا
اے کہ مشعل تھا ترا ظلمتِ عالم میں وجود
اور نورِ نگہِ عرش تھا سایہ تیرا

اے کہ پرتو ہے ترے ہاتھ کا مہتاب کا نور
چاند بھی چاند بنا، پا کے اشارہ تیرا
گرچہ پوشیدہ رہا حسن ترا پردوں میں
ہے عیاں معنیٔ لولاک سے پایہ تیرا
ناز تھا حضرتِ موسیٰؑ کو یدِ بیضا پہ
سو تجلی کا محل نقشِ کفِ پا تیرا
چشمِ ہستی صفتِ دیدۂ اعمیٰ ہوتی
دیدۂ کُن میں اگر نور نہ ہوتا تیرا۔

اس کے بعد اقبال قوم کے حالِ زار کا نقشہ کھینچتے ہیں، امرا اور واعظین کی کمزوریاں گنواتے ہیں اور آخر میں اس یقین کا اظہار کرتے ہیں کہ ہر مصیبت سے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہی رہائی دلا سکتے ہیں اور ان کے سوا کون ہے، جس کے آگے یہ رونا رویا جائے:

اس مصیبت میں ہے اک تو ہی سہارا اپنا
تنگ آکر لبِ فریاد ہوا وا اپنا
دیکھ اے نوحؑ کی کشتی کے بچانے والے
آیا گردابِ حوادث میں سفینہ اپنا
اس مصیبت میں اگر تو بھی ہماری نہ سنے
اور ہم کس سے کہیں جا کے فسانہ اپنا
یوں تو پوشیدہ نہ تھی تجھ سے ہماری حالت
ہم نے گھبرا کے مگر تذکرہ چھیڑا اپنا
داستاں درد کی لمبی ہے، کہیں کیا تجھ سے
ہے ضعیفوں کو سہارے کی تمنا تجھ سے

(باقیاتِ اقبال)

آپ جانتے ہیں کہ علامہ اقبال رہنمائے اسلام کو انفرادی طور پر اور اجتماعی حیثیت
سے کمزور، بے پایاں اور سرنگوں نہیں دیکھ سکتے تھے۔ وہ احیائے دین کے لیے کمربستہ
رہے، وہ مسلمان کو شاہین کی صورت میں بلند پرواز دیکھنا چاہتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ ا
میں نظم و ضبط، عزم و استقلال، استقامت و ایثار، فقر و غیرت، خودی و خودداری م
اسی طرح پیدا ہو سکتی ہے کہ اس کا دل عشقِ مصطفیٰ ؐ سے مملو ہو جائے، اس کا دماغ
عظمتِ مصطفیٰ ؐ کا قائل ہو اور اس کی روح رحمتِ مصطفیٰ سے سرشار ہو جائے۔ اس
لیے وہ خالقِ کائنات کے کلام کی رُو سے، کائنات اور تخلیقِ کائنات کے حوالے سے ا
حالاتِ زمانہ کے اعتبار سے عشقِ مصطفیٰ کا درس دیتے ہیں۔

بمصطفیٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست
اگر بہ اُو نہ رسیدی، تمام بولہبی ست

خدا کرے، ہم اقبال کے اس درس کو روح و جاں میں بسالیں اور کائنات
کو عشق کے اس پیغام سے منور کر دیں۔ آمین۔

محبت کا شاعر: حسن رضا بریلوی

محشر میں کسی نے بھی مری بات نہ پوچھی — حامی نظر آیا تو بس اک تُو نظر آیا
سلطان و گدا سب ہیں ترے در کے بھکاری — ہر ہاتھ میں دروازے کا بازو نظر آیا
بازارِ قیامت میں جنھیں کوئی نہ پوچھے — ایسوں کا خریدار ہمیں تو نظر آیا
ظاہر ہیں حسنؔ احمدِ مختار کے معنی — کونین پہ سرکار کا قابو نظر آیا

حسن رضا خاں بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ مالک و مختارِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم
کے ایک جلیل القدر مدحت نگار ہیں۔ وہ ڈوب کر نعت کہتے ہیں۔ ان کے
قلب و ذہن پر صاحبِ اختیار سید و الابرار صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت نقش
نظر آتی ہے۔ ان کے برادرِ بزرگ اعلیٰ حضرت شاہ احمد رضا خاں بریلوی علیہ الرحمہ
نے کہا تھا۔

میں تو مالک ہی کہوں گا کہ ہو مالک کے حبیب
یعنی محبوب و محب میں نہیں میرا تیرا

حسن رضا بریلوی بھی حضور محبوبِ کبریا علیہ التحیۃ والثناء کے اختیارات
کا تذکرہ کرتے نہیں تھکتے۔

کنجی تمھیں دی اپنے خزانوں کی خدا نے
محبوب کیا، مالک و مختار بنایا

یہ نہیں ہے کہ فقط ہے یہ مدینہ تیرا — تو ہے مختارِ دو عالم پہ ہے قبضہ تیرا

سکہ رائج ہے، حکم جاری ہے　　دونوں عالم ہیں ملک و مالِ حضور

ترا قبضہ کونین و مافیہا پر　　ہوئی ہے، نہ ہو یوں حکومت کسی کی

قمر اک اشارے میں دو ٹکڑے دیکھا　　زمانے پہ روشن ہے طاقت کسی کی

ایک قطعے میں آقائے کائنات علیہ التحیۃ والصلوٰۃ کی تعریف میں یوں

رطب اللساں ہوتے ہیں۔

اللہ نے تم کو دے دیا ہے　　ہر چیز کا اختیار آقا

بندوں کا الم نے دل دکھایا　　اور ہو گئے بے قرار آقا

آرام سے سوئیں ہم کمینے　　جاگا کریں باوقار آقا

عالم میں ہیں سب بنی کے ساتھی　　بگڑی کے تمہی ہو یار آقا

سائے میں تمہارے دونوں عالم　　تم سایۂ کردگار آقا

ہر ملکِ خدا کے سچے مالک　　ہر ملک کے شہریار آقا

ملتی ہے تمہی سے داد دل کی　　سنتے ہو تمہی پکار آقا

وہ شکل ہے، وہ ادا تمہاری　　اللہ کو آئے پیار آقا

مثنوی در ذکرِ ولادتِ رحمتِ ہر عالم صلی اللہ علیہ وسلم" میں حسن رضا

حضور سید انام علیہ الصلوٰۃ والسلام کے یوں گن گاتے ہیں۔

یہی والی ہیں سارے بیکسوں کے　　یہی فریاد رس ہیں بے بسوں کے

یہی ٹوٹے دلوں کو جوڑتے ہیں　　یہی بندِ الم کو توڑتے ہیں

انہی سے ٹھیک ہے سامانِ عالم　　انہی پر ہے تصدق جانِ عالم

انہی کی ذات ہے سب کا سہارا　　انہی کے دم سے ہے سب کا گزارا

انہی سے کرتی ہیں فریاد چڑیاں　　انہی سے چاہتی ہیں داد چڑیاں

انہی کو پیڑ سجدے کر رہے ہیں　　انہی کے پاؤں پر سر دھر رہے ہیں

انہی کی کرتے ہیں اشجار تعظیم　　انہی کو کرتے ہیں احجار تسلیم

یہی کرتے ہیں ہر مشکل میں امداد　　یہی سنتے ہیں ہر بیکس کی فریاد

کسے قدرت نہیں معلوم ان کی　　مچی ہے دو جہاں میں دھوم ان کی

فزوں رتبہ ہے صبح و شام ان کا　　محمد مصطفےٰ ہے نام ان کا

بخاری شریف میں ہے، حضور رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا

کہ تم میں کوئی شخص مومن نہیں ہو سکتا جب تک وہ مجھ سے اپنے باپ، اپنی اولاد

اور تمام لوگوں سے زیادہ محبت نہ کرتا ہو — چنانچہ مسلمان ہونے کی شرطِ اولیں

سرکار کی محبت ٹھہری۔ اور محبت بھی کیسی — جتنی کسی اور سے ہو نہ سکتی ہو۔

اتنی گہری اور والہانہ محبت کہ اس کے سامنے سب محبتیں ہیچ ہوں، سب تعلق

منقطع ہوتے دکھائی دیں۔

اور حضرات مکرم! حسن رضا بریلوی بڑے پکے اور سچے مومن ہیں،

اور الفتِ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گیت دل کے ساز پر گاتے رہتے ہیں۔

موت آجائے مگر آئے نہ دل کو آرام

دم نکل جائے مگر نکلے نہ الفت تیری

مومن کے لئے بھی سرکار کی محبت ضروری ہے اور خالق و مالکِ حقیقی

جل وعلا کو بھی سرکار سے محبت ہے۔ دونوں حقیقتوں کا ذکر حسن رضا یوں

کرتے ہیں۔

کسی کو کسی سے ہوئی ہے، نہ ہوگی

خدا کو ہے جتنی محبت کسی کی

رہے دل کسی کی محبت میں ہر دم

رہے دل میں ھر دم محبت کسی کی

آقا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر نام لیوا سرکارؐ کی رفعت کے تذکرے سے اپنے قلم و زبان کو جلا بخشتا ہے۔ اور حسن رضا سرکارؐ کے بہت بڑے نام لیوا ہیں۔ اس لئے کہتے ہیں۔

ایک عالم خدا کا طالب ہے
اور طالب خدا ہوا تیرا

ٹوپیاں تھام کے گر عرش بریں پر دیکھیں،
اونچے اونچوں کو نظر آئے نہ رفعت تیری

اسی نعت کے ایک شعر میں وجہ قیام قیامت کی نشاندہی کرتے ہیں۔

بزم محشر کا نہ کیوں جائے بلاوا سب کو
کہ زمانے کو دکھانی ہے وجاہت تیری

قیامت کا ذکر آیا ہے تو جنت کا تذکرہ بھی ضروری ہے۔ اور عاشقانِ صادق کی جنت فردوسِ رضواں سے زیادہ رفیع ہے۔

جن کے سر میں ہے ہوا دشتِ نبیؐ کی رضواں
ان کے قدموں سے لگی پھرتی ہے جنت تیری

اور ———

جنت بھی لینے آئے تو چھوڑیں نہ یہ گلی — منہ پھیر بیٹھیں ہم تری دیوار کی طرف
منہ اس کا دیکھتی ہیں بہاریں بہشت کی — جس کی نگاہ ہے ترے رخسار کی طرف

آج کل کچھ اہل قلم نعت کو سیرت تک محدود کرنے کی سعی کر رہے ہیں شمائل و فضائل نبویؐ کے تذکار سے اہلِ محبت کو ہٹانے کی کوشش میں ہیں حالانکہ

سرکارؐ کے سب سے بڑے محب نے نعت کے مجموعۂ اول ام الکتاب قرآن مجید میں اپنے محبوب کے گیسوؤں کی قسم کھائی ہے، حضورؐ کے چہرہ مبارک کی قسم کھائی ہے۔ اور یہی سب سے بڑا معیار ہے۔ پھر حسن رضا بریلوی علیہ الرحمہ ایک مشکل زمین میں بڑی حسین لیکن ادق ردیف کے ساتھ سرکارؐ کے رخسارِ پاک اور چہرۂ انور کا ذکر کیوں نہ کرتے اور یہ محبت کے اظہار کے علاوہ سنتِ خداوندی پر عمل بھی ہے۔

جلوۂ موئے محاسن چہرۂ انور کے گرد
آبنوسی رحل پر رکھا ہے قرآں جمال
اتنی مدت تک ہو دیدِ مصحفِ عارض نصیب
حفظ کر لوں ناظرہ پڑھ پڑھ کے قرآں جمال

حُسنِ سرکارِ ہر عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدحت نگاری میں حسن رضا مزید تر زبانی کرتے ہیں۔

خوبرویانِ جہاں کو بھی یہی کہتے سُنا
تم ہو شانِ حسن، جانِ حسن، ایمانِ جمال
سب سے پہلے حضرت یوسفؑ کا نام پاک لوں
میں گناؤں گر ترے امیدوارانِ جمال

حضرت یوسف علیہ السلام کے اعجازِ حُسن کے حوالے سے حسن رضا کا یہ شعر بھی اچھا ہے۔

پیشِ یوسف ہاتھ کاٹے ہیں زنانِ مصر نے
تیری خاطر سر کٹا بیٹھے فدایانِ جمال

لیکن اعلیحضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ العزیز کے اس شعر کا جواب نہیں کہ

حُسنِ یوسف پہ کٹیں مصر میں انگشتِ زناں
سر کٹاتے ہیں ترے نام پہ مردانِ عرب

تمام انبیائے سابقہ علیہم السلام کو جتنے معجزے عطا ہوئے وہ سرکارؐ کی ذاتِ ہمہ صفات میں جمع ہو گئے۔

حُسنِ یوسف، دمِ عیسیٰ، یدِ بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند، تو تنہا داری

لیکن حسن رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس میں جو نیا مضمون پیدا کیا ہے ملاحظہ فرمائیے۔

حُسنِ یوسفؑ، دمِ عیسیٰؑ پہ نہیں کچھ موقوف
جس نے جو پایا ہے پایا ہے بدولت تیری

آقا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حُسنِ خدا پسند کی بات چھڑی ہے تو حسن رضا کے دو تین اور اشعار بھی سن لیجیے

ماہ کی جان، مہر کا ایماں — جلوۂ حُسنِ بے زوالِ حضورؐ
حسنِ یوسفؑ کرے زلیخائی — خواب میں دیکھ کر جمالِ حضورؐ

اور ــــــ

ایسا تجھے خالق نے طرحدار بنایا — یوسفؑ کو ترا طالبِ دیدار بنایا

مولانا حسن رضا خاں بریلوی رحمہ اللہ ایک جید عالمِ دین تھے۔ ان کے والد ایک جلیل القدر عالم تھے ان کے بڑے بھائی مجددِ دین و ملت اور امامِ اہلسنت ہوئے۔ خود حسن رضا کی گیارہ تصانیف شائع ہوئیں، نگارستانِ لطافت، آئینۂ قیامت، تزکِ مرتضوی، اثباتِ مسئلہ قربانی، دینِ حسن، وسائلِ بخشش، ذوقِ نعت، ثمرِ فصاحت، قندِ پارسی، ردِّ ندوہ اور صمصامِ حسن۔

ہمارے پیشِ نظر اُن کی نعتوں کا مجموعہ "ذوقِ نعت" ہے جو حسنی پریس، بریلی، یونائیٹڈ انڈیا پریس لکھنو، دین محمدی پریس لاہور میں کئی بار چھپا۔ ان کے علاوہ حزب الاحناف لاہور، نوری کتب خانہ لاہور اور مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی نے بھی شائع کیا۔

میں قرآن و احادیث کی تعلیمات سے حسن رضا بریلوی کی واقفیت کا ذکر کر رہا تھا۔ اس کا اظہار ان کے بیشتر نعتیہ اشعار سے ہوتا ہے۔ نمونے کے طور پر چند اشعار دیکھئے۔

قمرِ ضحیٰ نے ڈالی ہیں باہیں گلے میں
کہ ہو جائے راضی طبیعت کسی کی

کونین بنائے گئے سرکارؐ کی خاطر — کونین کی خاطر تمہیں سرکار بنایا
یہ لذتِ پابوس کہ پتھر نے جگر میں — نقشِ قدمِ سیدِ ابرار بنایا

سوزنِ گم شدہ ملتی ہے تبسم سے ترے
شام کو صبح بناتا ہے اُجالا تیرا

اُٹھا لہا سے وہ بازارِ کس مپرساں ہیں — تسلیِ دلِ بے اختیار کرتے ہیں
جو موئے پاک کو رکھتے ہیں اپنی ٹوپی میں — شجاعتیں وہ دمِ کارزار کرتے ہیں

چمک کر یہ کہتی ہے طلعت کسی کی — کہ دیدارِ حق ہے زیارت کسی کی
حکیم الامت علامہ اقبال علیہ الرحمہ نے کہا تھا۔

من چہ گویم از تولائش کہ چیست
خشک چوبے در فراقِ او گریست

سرکارؐ کے اس معجزے کا ذکر حسن رضا بریلوی کئی بار کرتے ہیں۔

تمہارے ہجر کے صدموں کی تاب کس کو ہے　　　یہ چوبِ خشک کو بھی بے قرار کرتے ہیں

تو وہ محبوب ہے اے راحتِ جاں! دل کیسے　　　ہیزمِ خشک کو تڑپا گئی فرقت تیری

بیہقی میں ہے صاحبِ لطفِ عمیم نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم نے فرمایا جو شخص مدینہ میں مرنے کی استطاعت رکھتا ہو اسے چاہیے کہ مدینہ ہی میں مرے اس لیے کہ جو شخص مدینے میں مرے گا میں اس کا گواہ اور سفارشی بنوں گا۔

سرکارؐ کے سب عشاق سرکارؐ کی شفاعت کے طالب ہیں اور مدینہ ہی میں مرنے کی دعا کرتے ہیں۔ حسن رضا کو سنیے۔

مٹی نہ ہو برباد پسِ مرگ الٰہی
جب خاک اڑے میری، مدینے کی ہوا ہو

یوں مجھ کو موت آئے تو کیا پوچھنا مرا　　　میں خاک پر، نگاہ درِ یار کی طرف

حضرات! یہ حسن رضا بریلوی کا ذکر نہیں ہے۔ یہ محبت کی باتیں ہیں۔ حضور نورِ مجسم رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کی باتیں۔ کس کا فر کا جی چاہے گا کہ ان باتوں کا سلسلہ رک جائے مگر وقت کی قلت سدِّ راہ ہے اس لیے آخر میں مولانا حسن رضا بریلوی نور اللہ مرقدہٗ کی زبان میں بروزِ محشر محبوبِ خدا علیہ الصلوٰۃ والثناء کی شانِ محبوبی کے مظاہر دیکھیے کہ کس طرح سرکارؐ کے بندے اللہ کی رحمت سے ناامید نہیں ہوں گے۔ کس کس طرح وہ دامنِ کرم سے لپٹیں گے اور حضورؐ کس طرح

انھیں آفتوں سے چھڑائیں گے۔

دکھائی جائے گی محشر میں شانِ محبوبی　　　کہ آپ ہی کی خوشی آپ کا کہا ہوگا
خدائے پاک کی چاہیں گے اگلے پچھلے خوشی　　　خدائے پاک خوشی ان کی چاہتا ہوگا
کسی طرف سے صدا آئے گی حضورؐ آؤ　　　نہیں تو دم میں غریبوں کا فیصلہ ہوگا
کوئی کہے گا دہائی ہے یارسول اللہ!　　　تو کوئی تھام کے دامن مچل گیا ہوگا
کسی کو لے کے چلیں گے فرشتے سوئے جحیم　　　وہ ان کا راستہ پھر پھر کے دیکھتا ہوگا
شکستہ پا ہوں، مرے حال کی خبر کر دو　　　کوئی کسی سے رو رو کے کہہ رہا ہوگا
خدا کے واسطے جلد ان سے عرضِ حال کرو　　　کسے خبر ہے کہ دم بھر میں ہائے کیا ہوگا
پکڑ کے ہاتھ کوئی حالِ دل سنائے گا　　　تو رو کے قدموں سے کوئی لپٹ گیا ہوگا
زباں سوکھی دکھا کر کوئی لبِ کوثر　　　جنابِ پاکؐ کے قدموں میں گر گیا ہوگا
کوئی قریبِ ترازو، کوئی لبِ کوثر　　　کوئی صراط پر ان کو پکارتا ہوگا
وہ پاک دل کہ نہیں جس کو اپنا اندیشہ　　　ہجومِ فکر و تردد میں گھر گیا ہوگا
ہزار جان فدا، نرم نرم پاؤں سے　　　پکار سن کے اسیروں کی دوڑتا ہوگا
عزیز بچے کو ماں جس طرح تلاش کرے　　　خدا گواہ، یہی حال آپ کا ہوگا
خدائی بھر انھی ہاتھوں کو دیکھتی ہوگی　　　زمانہ بھر انہی قدموں پہ لوٹتا ہوگا
م فاصلوں پہ، کام مختلف اتنے　　　وہ دن ظہورِ کمالِ حضورؐ کا ہوگا
کہیں گے اور نبی اِذْهَبُوْا اِلٰی غَیْرِیْ　　　مرے حضورؐ کے لب پر اَنَا لَہَا ہوگا
دعائے امتِ بدکار وردِ لب ہوگی　　　خدا کے سامنے سجدے میں سر جھکا ہوگا
غلام ان کی عنایت سے چین میں ہوں گے　　　عدو حضورؐ کا آفت میں مبتلا ہوگا

میں ان کے در کا بھکاری ہوں، فضلِ مولا سے
حسنؔ غلام کا جنت میں بسترا ہوگا

(مضمون ۱۹۸۷ء میں پڑھا گیا)

حافظ پیلی بھیتی

قاضی خلیل الدین حسن حافظ پیلی بھیتی ۱۸۶۰ء میں پیلی بھیت میں پیدا ہوئے (۱) ابتدائی تعلیم اپنے والد اور ماموں قاضی ممتاز حسین (۲) نے حاصل کی (۳) محمد یوسف طرب شمسی نے لکھا ہے کہ ابتداء انھوں نے اپنے ماموں اور فارسی کے معروف استاد قاضی محمد ممتاز حسین (۴) سے مشورۂ سخن کیا (۵)

خواجہ رضی حیدر (ڈپٹی ڈائریکٹر' قائد اعظمؒ اکادمی' کراچی) نے لکھا ہے۔ ''حضرت (مولانا وصی احمد) محدث سورتیؒ سے درسِ نظامی کی ابتدائی کتب پڑھنے کے بعد دورۂ حدیث پڑھا۔ حضرت شاہ فضل رحمٰن گنج مراد آبادی سے شرفِ بیعت تھا' جبکہ فاضل بریلوی مولانا احمد رضا خاںؒ پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوریؒ و دیگر علما سے بڑے دیرینہ مراسم تھے (۶) طرب شمسی نے اپنے مضمون میں فاضل بریلوی اور محدث علی پوری کے ساتھ مولانا احمد حسن کانپوری' مولانا عبدالعلی آسی مدراسی اور مولانا عبدالقادر بدایونی کا اضافہ کیا ہے اور لکھا ہے کہ یہ اور دیگر علما آپ کی نہایت عزت و توقیر فرمایا کرتے تھے۔ (۷)

حافظ کے مداحین

خواجہ رضی حیدر نے لکھا ہے کہ مولانا امیر مینائی اور داغ دہلوی آپ کے نعتیہ اشعار کے ہمیشہ مداح رہے (۸) اس کا ثبوت تو حافظ پیلی بھیتی کے پہلے دیوان ''نعتِ مقبولِ خدا'' کے آخری صفحے (۱۰۴) پر ان دونوں جلیل القدر شعرا کے قطعاتِ تاریخ ہیں:

منشی امیر احمد امیر مینائی لکھنوی

ہے قاضی خلیل الدین حسن نے
مضامیں طرفہ نعت مصطفیٰ ﷺ کے
امیر ان کی لکھی تاریخ میں نے
محامد ہیں وہ ختم انبیا ﷺ کے

۔۔۔۔۱۳۰۳ھ۔۔۔۔

نواب مرزا خاں داغ دہلوی

نعتیہ کلامِ قاضی الحق
دل دیدہ و لذتے چشیدہ
داغ از سرِ مدح گفت تاریخ
گلزارِ خلیل نو رسیدہ

۔۔۔۔۱۳۰۳ھ۔۔۔۔

لیکن طرب شمسی نے داغ اور امیر کے علاوہ حسرت موہانی' امجد حیدر آبادی' علامہ اقبال اور مولانا احمد رضا خاں بریلوی سب کو ان کا مداح کہا ہے۔۔۔ اور اس کا کوئی ثبوت نہیں دیا۔

خواجہ رضی حیدر نے اپنے پردادا حضرت محدث سورتیؒ کا جو تذکرہ لکھا ہے وہ ایک وقیع محققانہ کاوش ہے' اس میں انھوں نے تلامذۂ محدث سورتیؒ کے ذکر میں حافظ پیلی بھیتی کا سوانحی خاکہ دیا ہے جس کے آخر میں لکھتے ہیں'' آپ کا وصال ۹ دسمبر ۱۹۲۹ بمطابق ۷ رجب المرجب ۱۳۴۸ھ پیلی بھیت میں ہوا'' (۹) طرب شمسی نے اس میں یہ اضافہ کیا ہے کہ ان کی نماز جنازہ مولانا حامد رضا خاں (ابنِ اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں بریلویؒ) نے پڑھائی (۱۰)

حافظ کے مطبوعہ دواوین

خواجہ رضی حیدر کا آبائی تعلق پیلی بھیت سے ہے۔ مجھے گلستانِ محدث سورتیؒ کے اس گلِ سرسبد کے ذخیرۂ کتب سے حافظ پیلی بھیتی کے آٹھ نعتیہ دیوان ملے ہیں۔ انھوں نے لکھا ہے کہ ''آپ (حافظ) کا کلام وتیس دواوین پر مشتمل ہے۔'' یہی بات طرب شمسی نے اپنے مضمون میں دہرائی ہے۔ جو آٹھ دیوان ہمارے سامنے ہیں' ان میں پہلا دیوان ۱۳۰۳ھ میں اور آٹھواں دیوان ۱۳۳۰ھ میں چھپا۔ یعنی ۲۷ برس کے عرصے میں یہ آٹھ مجموعہ ہائے نعت طبع ہوئے۔ ۱۳۴۸ھ میں حافظ پیلی بھیتی فوت ہوگئے۔ آخری دو تین دیوانوں میں نعتوں کے ساتھ ساتھ غزلیں بھی شامل ہیں (اگرچہ ان غزلوں میں بھی نعتیہ اشعار موجود ہیں) اس صورتِ حال میں جب تک باقی دواوین سامنے نہ آجائیں' یقینی طور پر کچھ کہنا مشکل معلوم ہوتا

ہے۔

طرب شمسی نے اپنے مضمون میں لکھا ہے کہ ''راقم الحروف کو آپ کے آٹھ دواوین اور رباعیات کے دو مجموعے بعد تلاش وجستجو میسر آسکے ہیں۔'' اس کے بعد انھوں نے آٹھوں مجموعوں کے تاریخی نام لکھ دیے ہیں۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے یہ معلومات ''تذکرۂ محدثِ سورتی'' سے لی ہیں کیونکہ خواجہ رضی حیدر نے ان آٹھ مجموعوں کے بارے میں لکھا تھا کہ نظامی پریس بدایوں اور مطبع حسنی پریس بریلی سے طبع ہوئے ہیں' یہی بات طرب شمسی نے دُہرائی ہے۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ پہلا' دوسرا' تیسرا' چوتھا اور پانچواں دیوان نظامی پریس بدایوں سے' چھٹا اور ساتواں مطبع حسنی بریلی سے اور آٹھواں دیوان مطبع اہل سنت و جماعت' بریلی سے شائع ہوا ہے۔

رباعیاتِ حافظ

طرب شمسی نے رباعیات کے دو مجموعوں کے نام نہیں لکھے۔ البتہ حافظ پیلی بھیتی کے ان آٹھ دیوانوں کا مطالعہ کرنے سے ان مجموعوں کے نام بھی سامنے آجاتے ہیں۔ پہلے مجموعۂ نعت ''نعتِ مقبولِ خدا'' کے آخر میں اور چوتھے مجموعۂ نعت ''آئینۂ پیغمبر ﷺ'' کے سرورق کے اندر کے صفحے پر حافظ کی تصانیف کی جو فہرست دی گئی ہے' اس میں ''رباعیاتِ حافظ قیمت دو آنہ'' تحریر ہے۔ اور پانچویں مجموعہ ''بیاضِ نعت'' کے سرورق کے دوسرے صفحے پر رباعیات کے دونوں مجموعوں کے نام یوں لکھے ہیں۔

رباعیاتِ حافظ۔۔۔ قیمت دو آنہ

جدید رباعیات حافظ۔۔۔ قیمت چار آنہ

حافظ کے اعزّہ

زیرِ نظر آٹھوں دیوانوں میں ان کے تین اعزّہ کا ذکر ملتا ہے۔ ایک تو ان کے ماموں قاضی ممتاز حسین کا' جن کا ذکر پہلے آچکا ہے۔ دوسرے ان کے چھوٹے بھائی قاضی حافظ محمد احمد کا۔ چنانچہ دیوان ''نعتِ مقبولِ خدا'' کے سرورق پر لکھا ہے ''بہ اجازتِ مصنف بسعیِ قاضی حافظ محمد احمد صاحب برادرِ خوردِ مصنف''۔ ایک ان کی مرحومہ بیٹی کا ذکر ملتا ہے' کہ ساتویں

دیوان ''لذتِ درد'' میں ایک نظم ہے ''در ماتم دختر المتوفیہ فی ۱۳۳۷'' (ص ۲۱)۔ اسی دیوان کے صفحہ ۱۰۶/۱۰۷ پر تاریخ وفاتِ دخترِ مصنف' دی گئی ہے۔

تلامذہ

حافظ پیلی بھیتی کے کلام میں ان کے سات شاگردوں کا ذکر پایا گیا ہے۔

۱۔ سید احمد علی شرر۔ محرر رجسٹری (''نغمۂ روح''۔ سرورق)

۲۔ ابوالبیان مولوی یعقوب بخش راغب جیلانی رئیس بدایوں (''آئینۂ پیغمبر ﷺ''۔ سرورق کے آخری صفحات)

۳۔ مولوی حکیم حشمت علی فائق (''نغمۂ جگر دوز''۔ سرورق)۔ (''لذتِ درد'' سرورق)۔ (''میخانۂ خلد''۔ سرورق)

۴۔ ابراہیم خان عشقی (نغمۂ جگر دوز۔ ص ۱۴۱)

۵۔ سید شوکت علی خان ڈپٹی کلکٹر (نغمۂ جگر دوز۔ ص ۱۴۱)

۶۔ سید ضامن علی گویا (لذتِ درد۔ ص ۱۰۲)

۷۔ خلیل الرحمن خلیل (نغمۂ جگر دوز۔ ص ۱۳۷)

آٹھ دواوین کے بارے میں معلومات

اب حافظ پیلی بھیتی کے جو آٹھ دیوان دستیاب ہیں' ان کے بارے میں کچھ معلومات ملاحظہ ہوں:

نعتِ مقبولِ خدا (پہلا دیوان)

۱۳۰۲ھ

نظامی پریس بدایوں میں چھپا (بارسوم) اس تیسرے ایڈیشن پر سنِ اشاعت درج نہیں۔ لیکن گمان اغلب ہے کہ یہ ۱۳۳۰ھ کے بعد اور ۱۳۳۳ھ سے پہلے چھپا ہوگا۔ کیونکہ اس کتاب کے آخر میں حافظ کے مجموعہ ہائے کلام کی جو فہرست دی گئی ہے' اس میں دیوان چہارم ''آئینۂ پیغمبر ﷺ'' کا ذکر موجود ہے اور آخر میں لکھا ہے کہ ''مصنف کا پانچواں دیوان زیرِ ترتیب ہے اور ان شاء اللہ تعالیٰ عنقریب چھپایا جائے گا۔ اندازہ ہے کہ اس کی قیمت آٹھ آنہ رکھی

جائے گی اور اس کا تاریخی نام "بیاضِ نعت" (۱۳۳۳ھ) ہوگا"۔ (۱۱)

اس دیوان کا نام "نعت مقبولِ خدا" ہے اور دراصل اس میں "دفترِ حقیقت" (۱۳۰۲ھ) کے تاریخی نام سے حافظ کے کلام کا ایک مجموعہ ہے جس میں ایک حمد، ۹۹ نعتیں، ۲ مناقب، ۴ تضمینیں، ایک سلام اور ۲۸ رباعیات ہیں۔ پھر تضمین (۱۳۰۰ھ) کے تاریخی نام سے مولانا عبدالرحمٰن جامی کے ۲۰ شعروں پر مسدس کی صورت میں تضمین ہے۔ نیز "نغمۂ درد" (۱۳۰۳ھ) کے نام سے "قصہ عبداللہ عرف ابومحمد ابن عمرؓ" ہے جو مثنوی کی صورت میں ۲۱۴ اشعار پر مشتمل ہے اور کتاب کے صفحہ ۱۰۱ تک پھیلا ہوا ہے۔

آخر میں فارسی نظم ونثر میں شاعر کے استاذِ گرامی اور ماموں قاضی محمد ممتاز حسین کی تقریظ ہے۔ پھر امیر مینائی اور داغ دہلوی کے قطعاتِ تاریخ ہیں جو پہلے نقل کیے جا چکے ہیں۔ سرورق کے اندر کے صفحے پر "صحت نامہ اغلاط" چھپا ہے۔ یہ مجموعۂ نعت ۱۰۴ صفحات پر مشتمل ہے۔ قیمت چھے آنے لکھی ہے۔ سرورق پر مصنف کا نام یوں تحریر ہے۔ "سخن سنج لاثانی حافظ ملکِ معانی جناب حافظ مولوی قاضی خلیل الدین حسن صاحب"۔

نغمۂ روح (نعتیہ دیوانِ ثانی)

۱۳۰۹ھ

نظامی پریس، بدایوں میں چھپا۔ میں نے جو نسخہ دیکھا ہے اس کے سرورق پر "بار اول رمضان المبارک ۱۳۲۸ھ قیمت پختہ فی جلد آٹھ آنہ" لکھا ہے۔ صفحات ۱۴۸ ہیں۔ سرورق پر شاعر کا نام یوں لکھا ہے: "قاضی حاجی حافظ مولوی خلیل الدین حسن صاحب حافظ وکیل و میونسپل کمشنر و ممبر ڈسٹرکٹ بورڈ و آنریری مجسٹریٹ، پیلی بھیت"۔ پہلے دو صفحات پر "صحت نامۂ اغلاطِ نغمۂ روح" چھپا ہے۔ کتاب میں ایک حمد، ۹۵ نعتیں، ایک سلام، ۲ نعتیہ ترجیع بند، ۱۱ نعتیہ رباعیات، ایک التجا، ۱۶ مناقب، ۹۷ اشعار کی سفرِ حجاز کے بارے میں مثنوی، ۸۱ اشعار کی مثنوی بعنوان "...نامہ"، ۶ رباعیات، دو غزلیں اور مثنوی کی صورت میں ۵۴ فارسی اشعار بعنوان تاریخ طبع دیوان فروغ ہیں۔

خمخانۂ حجاز (دیوانِ سوم)

۱۳۱۵ھ

مطبوعہ نظامی پریس، بدایوں۔ بار اول۔ صفحات ۱۷۲۔ قیمت فی جلد ۱۲ آنے۔ سرورق کے اندر کے صفحے پر صحت نامہ ہے۔ ۲ حمدیں، ۱۳۹ نعتیں، ۲ مناقب اور ۱۳ نعتیہ رباعیات ہیں۔ ان کے علاوہ "آمدِ مبارک" کے عنوان سے دو مثنویاں، ایک مسدس، ایک مناجات اور مثنوی کی صورت میں "چادر چڑھانے کی اطلاع" کے عنوان سے ایک نظم ہے۔

آئینۂ پیغمبر ﷺ (دیوانِ چہارم)

۱۳۳۰ھ

یہ دیوان بھی نظامی پریس، بدایوں میں چھپا۔ کتاب بار اول چھپی ہے۔ صفحات ۱۸۶+۳۲=۲۱۸ ہیں۔ قیمت فی جلد عــہ لکھی ہے۔ کتاب میں دو حمدیں، ۱۰۴ نعتیں اور نعتیہ غزلیں، (۱۲) ایک مسدس، ۲ مخمس، ۹۵ اشعار کا ایک سلام، ۱۳ مناقب، ۱۷ نظمیں اور ۱۲۱ رباعیات ہیں۔ میں نے جو نسخہ دیکھا ہے اس میں صفحہ ۱۸۷ تا ۱۹۸ نہیں ہیں۔ سرورق کے آخری دو صفحات پر ابوالبیان مولوی یعقوب بخش راغب جیلانی رئیس بدایوں، تلمیذِ مصنف کی منثور تقریظ اور ایک رباعی ہے۔

بیاضِ نعت (پانچواں دیوان)

۱۳۳۲ھ

مطبوعہ نظامی پریس، بدایوں۔ بار اول۔ ۱۹۱۷ء۔ صفحات ۲۵۲۔ کتاب میں ۲ حمدیں، ۱۲۵ نعتیں اور نعتیہ غزلیں، ایک نعتیہ مخمس، ۲۴ مناقب، ۴ فارسی نعتیں، ایک غزل، ۱۸ نظمیں، ۱۷۱ رباعیات اور ایک قطعۂ عید ہے۔ آخری دو صفحات پر صحت نامۂ اغلاط ہے۔ میں نے جو نسخہ دیکھا ہے اس میں صفحات ۸۷ تا ۹۰ غائب ہیں۔

نغمۂ جگرسوز (چھٹا دیوان)

۱۳۳۵ھ

مطبع حسنی، بریلی۔ بار اول۔ جمادی الاخریٰ ۱۳۴۰ھ/ مطابق فروری ۱۹۲۲ء۔ صفحات ۱۴۸۔ قیمت پختہ فی جلد ایک روپیہ۔ کتاب میں ایک حمد، ۹۵ نعتیں اور نعتیہ غزلیں، ۱۴ مناقب، ۳۲ نظمیں اور ۱۷ رباعیات ہیں۔ آخری دو صفحات پر صحت نامۂ اغلاط ہے۔

لذّتِ درد (ساتواں دیوان)

۱۳۳۸ھ

مطبع حسنی واقع بریلی۔ بار اول ۱۹۲۲ء۔ صفحات ۱۳۲۔ قیمت پختہ فی جلد ایک روپیہ۔ کتاب میں ایک حمد، ۶۷ نعتیں اور نعتیہ غزلیں، ۹ مناقب، ۲۸ نظمیں اور ۸۳ رباعیات ہیں۔ صفحہ ۱۳۲ پر صحت نامۂ اغلاط ہے۔

میخانۂ خلد (آٹھواں دیوان)

۱۳۴۰ھ

مطبع اہلِ سُنّت و جماعت واقع بریلی۔ صفحات ۱۷۴۔ کتاب میں ایک حمد، ۱۳۰ نعتیں اور نعتیہ غزلیں، ۱۱ مناقب جن میں دو فارسی کے ہیں اور ۳۸ نظمیں ہیں۔ صحت نامۂ اغلاط صفحہ ۲ سے شروع ہوتا ہے جو سرورق کے آخری صفحے کے اندر کے صفحے تک ہے۔

حمدیں

ان آٹھ نعتیہ دیوانوں میں ۱۱ حمدیں ہیں جن میں سے چند کے مطلعے ملاحظہ فرمائیں:

وہ گھر نہیں ہے کہیں، گھر نہیں جہاں تیرا
مکاں ترا ہے، مکیں تو ہے، لامکاں تیرا (۱۳)

تو ہے مولیٰ مرے مولیٰ، میں ہوں بندہ تیرا
میں ترا، تو ہے مرا، کچھ نہیں میرا تیرا (۱۴)

حمد و ثنا کے لائق ہے ایک ذاتِ والا
سُبحٰنہٗ تعالیٰ، سُبحٰنہٗ تعالیٰ (۱۵)

چمن میں نام ہے ہر برگ پر لکھا ہوا تیرا
گلوں کی پتی پتی دفترِ حمد و ثنا تیرا (۱۶)

تو ہے پوشیدہ، ہر اک شے میں ہے جلوہ تیرا
اتنی بے پردگیوں پر بھی ہے پردہ تیرا (۱۷)

دل کو بہلائیں گے یوں دیکھ کے پردہ تیرا
اس کو دیکھیں گے جو ہے دیکھنے والا تیرا (۱۸)

نعتیں

حافظ پیلی بھیتی کے آٹھوں دستیاب دیوانوں کی پانچ پانچ نعتوں کے مطلعے نمونے کے طور پر درج کیے جاتے ہیں:

گُلِ رُخسارِ محمد ﷺ ہے بہارِ جنت!
خال و خط آپ کا ہے نقش و نگارِ جنت

سلام لو ہم چلے عرب کو یہاں کے رہنے سے تنگ ہو کر
ستائے کب تک، دبائے کب تک، یہ ہند قیدِ فرنگ ہو کر

حسرت قریب، مرگ ہے نزدیک، یاس پاس
ہجرِ نبی ﷺ میں اور نہیں کوئی آس پاس

(نعتِ مقبولِ خدا)

تم سا کوئی رسولِ حبیبِ خدا ﷺ نہیں!
جیسے کہ خدا کی طرح کوئی دوسرا نہیں

محمد ﷺ رحمتِ حق ہے، پیمبر ہو تو ایسا ہو
ہوئے ہم اس کی اُمت میں، مقدر ہو تو ایسا ہو

(نعتِ مقبولِ خدا)

مانا کہ انبیاءؑ میں ہر اک انتخاب تھا
محبوبِ کبریا ﷺ بھی کسی کا خطاب تھا؟

کون ہے کونین میں دو کے سوا فریادرس

یا خدا فریادرس، یا مصطفیٰ ﷺ، فریادرس

دل ہُوا عشقِ نبی ﷺ سے داغ داغ
ایک گھر میں کتنے جلتے ہیں چراغ

شفیعوں میں، رسولوں میں، کریموں میں، امینوں میں
تمہارا مثل کوئی بھی نہیں ساتوں زمینوں میں

(نغمۂ روح)

قابو سے مدینے کی ہَوا لے گئی دل کو
اک جھونکے میں پہلو سے اُڑا لے گئی دل کو

(نغمۂ روح)

تعلّی پر مزاج اتنا ہے کیوں چرخِ زبرجد کا
یہ ہے اُڑا ہُوا خاکہ ترے روضے کے گنبد کا

عمر بھر آپ کے دیدار کا رستہ دیکھا
مجھ کو جو میرے مقدّر نے دکھایا، دیکھا

جو نعمتیں تھیں روزِ ازل سے خدا کے پاس
خلوت میں دیں تمہیں شبِ اسریٰ بُلا کے پاس

رُخسار جلوہ گر وہ حبیبِ خدا ﷺ کے ہیں
خورشید و ماہ اُترے ہُوئے جن کے خاکے ہیں

الٰہی! دل اگر ٹوٹے، اگر دل سے صدا نکلے
تو "یا اللہ" نکلے یا "محمد مصطفیٰ ﷺ" نکلے

(نجم خامۂ حجاز)

ذرّے ذرّے سے ہے ظاہر ترا جلوہ ہر روز
دیکھتی رہتی ہیں آنکھیں یہ تماشا ہر روز

ہم ہیں اور آپ کے روضے کی زیارت کی طمع
اور ہو گا کوئی، ہو گی جسے جنت کی طمع

اے طالبِ رب! راہ میں دم لے نہ عرب تک
پھر فاصلہ تھوڑا سا ہی رہ جائے گا رب تک

آرزو ہے، جب مرے قالب سے رخصت جان ہو
وردِ لب نامِ نبی ﷺ، دل میں خدا کا دھیان ہو

لوگ کہتے ہیں، تمنا موت کی اچھی نہیں
کیا کروں، ہجرِ نبی ﷺ میں زندگی اچھی نہیں

(آئینۂ پیغمبر ﷺ)

محمد ﷺ نام ہے تیرا، لقب ہے مصطفیٰ تیرا
لقب نامِ خدا ہے، نام وہ صَلِّ عَلیٰ تیرا

نبی ؑ بہت ہیں، نبوت کا سب کے سر پر تاج
وہ تاج والے ہیں، تم تاج والوں کے سرتاج

کیا بتائیں، آئے ہم طیبہ سے کیا کیا دیکھ کر
آنکھیں پھوٹیں، کچھ بھی دیکھا ہو جو روضہ دیکھ کر

تیرے گدا چلے ترے در سے چلے چلے
روضے کا نقشہ آئینۂ دل میں لے چلے

نعت کا لطف کسی شعر میں پیدا ہو جائے
مغفرت کے لیے کوئی تو بہانہ ہو جائے

(بیاضِ نعت)

کیا وصف لکھوں روضۂ محبوبِ خدا ﷺ کا
فردوس اسی کا ہے اُڑایا ہُوا خاکا

لاکھ پردوں میں بھی پوشیدہ نہ جلوہ ہوگا
دیکھ لے گا جو ترا دیکھنے والا ہوگا

بندوں کو کردگار نے تیرا کیا مطیع
عالم کا تو مطاع ہے، عالم ترا مطیع

یہیں سے کیوں نہ لے جائیں چھپا کر دل کی خلوت میں
نہیں تو پھر کہاں روضہ ملے گا ہم کو جنت میں

ممدوحِ کبریا ﷺ کی بلند ایسی شان ہے
جو مدح کی زمین ہے، وہ آسمان ہے

(نغمۂ جگر دوز)

ظاہر تو نہ تھا روضۂ محبوبِ خدا ﷺ پاس
آنکھوں سے رہا دُور، مگر دل سے رہا پاس

سر جھکائے ہوئے بیٹھا ہوں جو سینے کی طرف
دھیان روضے کی طرف، دل ہے مدینے کی طرف

ایک دن ایک سر ناصیہ فرسائی ہو
خاک پہ لوٹنے کو روضے کی انگنائی ہو

زائروں کی دو والا ہے جو رخصت دیکھی
پیشتر ہم نے قیامت سے قیامت دیکھی

زمینِ طیبہ تھوڑی ہی سی شق ہوتی کہیں ہوتی
کہ جا کر میری مشتِ خاک پیوندِ زمیں ہوتی

(لذتِ درد)

ادنیٰ سا یہ رتبہ ہے نبی ﷺ کی کفِ پا کا
زیرِ کفِ پا فرش ہُوا عرشِ خدا کا

قسم اللہ نے کھائی ہے خاکِ پائے سرور ﷺ کی
کوئی پیارا سا پیارا ہو تو کھاتے ہیں قسم سر کی

ہے روضے کی بُو سے معطر دماغ
عجب کیا، اگر ہو فلک پہ دماغ

لختِ دل آنکھوں میں آ کر لعل و گوہر بن گئے
عشقِ شہ ﷺ میں ایک گھر بگڑا تو دو گھر بن گئے

قدرت اللہ کی، جس نے تری صورت دیکھی
تیری صورت نہیں، اللہ کی قدرت دیکھ

(میخانۂ خلد)

طرب شمسی نے اپنے مضمون میں لکھا ہے: بعض شعرا جنھوں نے نمود و نمائش اور ذاتی تشہیر سے گریز کیا، ان کے نام آج اردو نعت گوئی کی تاریخ میں موجود نہیں۔ ایسے ہی شعرا میں حافظ پیلی بھیتی کا شمار ہوتا ہے جنھوں نے تقریباً پندرہ ہزار نعتیں اور ہزار کے قریب نعتیہ رباعیاں کہیں۔(۱۹) اگر یہ بات درست ہے کہ حافظ کے اُنیس دیوان شائع ہوئے تھے تو یہ بات بھی غلط نہیں ہوگی۔ ان کا جو کلام محولہ بالا آٹھ دواوین میں ہے وہ بھی ۸۳۳ نعتوں پر مشتمل ہے جن

میں کچھ نعتیہ غزلیں بھی ہیں۔ تضمینیں، سلام، مثنویاں، مسدس، مخمس البتہ ان کے علاوہ ہیں۔

حافظ کی رباعیات کے دونوں مجموعے میری نظر سے نہیں گزرے۔ البتہ ان کے دیوانوں میں رباعیات موجود ہیں۔ نمونہ ملاحظہ ہو:

وہ سرعت رہوار جناب والا ﷺ
وہ برق وشی (صلِ علیٰ صلِ علیٰ)
کس گرم روی سے عرش تک ہو آئے
فرش راحت نہ ہونے پایا ٹھنڈا (۲۰)

مناقب

حافظ پیلی بھیتی کے کلام میں بہت سے مناقب بھی ہیں۔ مثلاً حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

تعالی اللہ رتبہ حضرت صدیق اکبرؓ کا
ثنا گو حق تعالی حضرت صدیق اکبرؓ کا

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ

مرا دل ہے شیدائے فاروق اعظمؓ
مرا ورد لب ہائے فاروق اعظمؓ

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ

مجھ سا ناچیز اور وصف شان عثمان غنیؓ
میرا لکھنا اور پھر شایان عثمان غنیؓ

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ

دل تڑپتا ہے برائے بوترابؓ
جان ہے دل سے فدائے بوترابؓ

کچھ ایسی دل میں سمائی ہے آرزوئے نجف
کہ منہ کسی کی طرف، روئے دل ہے سوئے نجف

شاہ ولایت مرتضیٰ مشکل کشا مولا علی کرم اللہ وجہہ
والی علیؑ، عالی علیؑ، اولی علیؑ، اعلیٰ علی کرم اللہ وجہہ

علی ولی ہے خدا ولی علیؑ
علی ولی علی ہے علی علی ولی (۲۱)

ہاں وحشت دل لے چل سوئے نجف اشرف
میں دیکھ لوں آنکھوں سے کوئے نجف اشرف

دولت فقر تو ہے پاس جو بے زر ہے علیؑ
بے زری ہاتھ میں ہے، دل کا تونگر ہے علیؑ (۲۲)

میں مومن ہوں، بندہ ہوں مولا علیؑ کا
ہے ایمان میرا قولا علیؑ کا (۲۳)

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ

سلام اس کو جو دریا پہ تشنہ کام رہا
سلام اس کو شہیدوں کا جو امام رہا (۲۴)

سر برہنہ ہے سلامی آل سرورؐ دھوپ میں
سائے کو ترسے ہیں کیا کیا سایہ پرور دھوپ میں

ہے آج نور فاطمہ زہراؓ کی روشنی
چشم و چراغ سید والا ﷺ کی روشنی (۲۵)

حضرت غوث اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ

رہیں کاش دونوں ہم غوث اعظمؓ
مرا سر تمھارا قدمؓ غوث اعظمؓ (۲۶)

ترے وظیفے کی دل میں ٹھانی مجدّدِ پاکِ الفِ ثانی"
مجدّدِ پاکِ الفِ ثانی، مجدّدِ پاکِ الفِ ثانی" (۳۴)

حضرت فضلِ رحمٰن گنج مرادآبادیؒ

فضلِ رحمانؒ ہُوا ہمارا شیخ
فضلِ رحمانؒ سے مل گیا کیا شیخ

فضلِ رحمانؒ دے دو اپنے گھر کی دربانی مجھے
حشر میں گہ کر پکاریں فضلِ رحمانی مجھے (۳۵)

تم ہو طبیب، میں ہوں بیمار فضلِ رحمانؒ
ہے مجھ کو دردِ دل کا آزار فضلِ رحمانؒ

کیا مدح لکھ سکوں میں شایانِ فضلِ رحمانؒ
ہے شانہٗ تعالیٰ کیا شانِ فضلِ رحمانؒ

مرا دل فضلِ رحماں سے فدائے فضلِ رحمانؒ ہے
ہے مجھ پر فضلِ رحماں، یہ دعائے فضلِ رحمانؒ ہے

فضلِ رحماں کے نام کے صدقے
نام کے فضلِ نام کے صدقے (۳۶)

المدد یا فضلِ رحماں المدد!
المدد، ہاں المدد، ہاں المدد (۳۷)

فضلِ رحماں، یہ نہیں آپ کی تعریف اتم
آپ ہیں غوثِ انامؒ آپ ہیں قطبِ عالم (۳۸)

خدا ملتا ہے اس کو جو خدا والوں سے ملتا ہے
ہے اس پر فضلِ رحماں جو ہے واصل فضلِ رحماں سے (۳۹)

روز و شب دونو رہیں آنکھوں کے آگے بے حجاب
فضلِ رحماں آفتاب، احمد میاں ہیں ماہتاب (۴۰)

حضرت وصی احمد محدّث سُورتیؒ

فرض آپ کی اطاعت یا سُورتی محدّثؒ
ذکر آپ کا عبادت یا سُورتی محدّث (۴۱)

مفتر دل میں ہیں بالا محدّث سورت
محدّثوں میں ہیں اعلیٰ محدّث سورت

ہے یہ فاتحہ یادگار محدّث
تحیت نیاز مزار محدّث (۴۲)

آ جاتے ہیں جب یاد کرم ہائے محدّث
دل سے یہ نکلتی ہے صدا، ہائے محدّث (۴۳)

حضرت پیر جماعت علی شاہ علی پوریؒ

کہوں کیا میں کیا ہے جماعت علیؒ
گُلِ حق نما ہے جماعت علیؒ

محبوبِ خدا و نبی ﷺ شاہ جماعت علیؒ
پیارے خدا کا ولی، شاہ جماعت علیؒ

طریقت کا چشمہ علی پُور ہے
حقیقت کا دریا علی پُور ہے

شہرہ ترا پہنچا ہے بہت دُور علی پور
تو دور تر از دور ہے مشہور علی پور (۴۴)

جماعت علی شاہؒ کا نام نامی
وہ ہے شاہ کرتے ہیں جس کی غلامی (۴۵)

ان کے علاوہ حضرت علاء الدینؒ حضرت شاہ محمد آفاقؒ حضرت محمد شیرؒ حضرت فضلِ غوثؒ حضرت لطف اللہ شاہؒ حضرت احمد میاںؒ حضرت بولتا شاہ کی منقبتیں حافظؔ کے کلام میں ملتی ہیں۔

نظمیں

حافظ پیلی بھیتی کی ان کتابوں میں بہت سی نظمیں بھی ہیں' مثلاً انھوں نے شدّتِ درد کے عالم میں ۲۔ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۰ھ بمطابق ۲۰۔ اپریل ۱۹۱۲ء کو ایک نعتیہ نظم کہی تو انھیں فوراً شفاء ہو گئی۔ اس نظم کا مقطع ہے:

کیا مجرب نسخہ حافظؔ کو ملا
ہے دوا نعتِ پیمبر ﷺ درد کی (۴۶)

یا پھر انجمن خدّام الصّوفیہ' علی پور سیداں' ضلع سیالکوٹ کے سالانہ جلسے میں پڑھی گئی نظمیں (۴۷) اور انجمن نعمانیہ' لاہور کے سالانہ جلسہ منعقدہ ۷ ذیعقدہ ۱۳۳۱ھ میں پڑھی گئی نظم (۴۸) "بیاضِ نعت" میں شامل ہے۔

حافظؔ کی تاریخ گوئی

حافظ کے چوتھے' پانچویں' چھٹے' ساتویں اور آٹھویں دیوان میں ان کی تاریخ گوئی کے بہت اچھے نمونے دکھائی دیتے ہیں۔ "آئینۂ پیغمبر ﷺ" میں مسجد آنولہ ضلع بریلی کی تجدید پر اردو فارسی کے ۱۷ قطعات ہیں جن میں ۱۸ تاریخیں ہیں۔ مولوی مظہر علی وکیل بریلی کی تاریخِ وفات اور ان کے چچا میر امداد علی کی تاریخ وفات فارسی اور اُردو قطعات کی صورت میں ہے۔ میر اظہر حسن وکیل کی والدہ کی تاریخ وفات' حافظ سراج احمد امام مسجد جامع پیلی بھیت کی' حاجی

محبوب علی' بمبئی کی دو سالہ دختر اور میر اظہر حسن وکیل کی تاریخ وفات نکالی ہے۔ خلیفہ عبدالکریم خاں کریم کی نظموں کے مجموعے "نوائے نظمِ کریم" ۱۳۲۷ھ پر دو قطعات اور مولانا حسنؔ رضا خاں بریلویؒ (اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضاؔ خاںؒ کے برادرِ خورد) کے دیوانِ مجاز "ثمرِ فصاحت" کی تاریخِ طبع اور مکہ مکرمہ میں مدرسہ صولتیہ کے سالانہ جلسے کے موقع پر کہے گئے تین قطعات اس کتاب میں شامل ہیں۔ مولانا حسنؔ رضا بریلوی کے دیوانِ نعتیہ "ذوقِ نعت" کی تاریخِ طبع یوں نکالی ہے:

بحمد اللہ حسنؔ کا چھپ گیا دیوان نعتیہ
ہے عقبیٰ کے لیے روحوں کو لاثانی سفر توشہ
یہ روحانی سفر توشہ نظر آیا جو حافظؔ کو
کہا چھپنے کی ہے تاریخ روحانی سفر توشہ (۴۹)
۱۳۲۶ھ

حسنؔ بریلویؒ کی تاریخ وفات دیکھیے۔

حسنؔ پہنچے جو لے کر دفترِ نعت
حضورِ کبریا بشّاش بشاش
سرا پردے سے حافظؔ بہرِ تاریخ
ندا آئی "حسنؔ شاباش شاباش" (۵۰)
۱ ۳ ۲ ۶ ھ

"بیاضِ نعت" کے آخر میں خواجہ امرتسری کے فرزند کی شادی' میر عبداللہ رئیس موضع سارز پرگنہ بیسل پور' ضلع پیلی بھیت کی وفات' قاضی زکی الدین زکی کی دختر کی وفات' مولوی غلام احمد اخگرؔ امرتسری کے فرزند کی ولادت' میر محمد حسن قمرؔ اکبرآبادی کی وفات' حضرت شاہ جماعت علی پوری کے صاحبزادے خادم حسین کے فرزند کی ولادت کی تاریخیں ہیں۔ نیز مولوی حسام الدین احمد پنشنر ڈپٹی کلکٹر' رئیس سرادہ کی تالیف "خصائصِ خاتم النبیین ﷺ" کا قطعۂ تاریخ بھی ہے۔

"نغمۂ جگر دوز" کے صفحہ ۱۳۵ سے ۱۴۳ تک مختلف قطعاتِ تاریخ ہیں۔ اسی طرح ساتویں دیوان

"لذتِ درد" کے صفحہ ۱۰۰ سے ۱۱۳ تک مختلف قطعات تاریخ ہیں جن میں سے نجابت علی شاہ کی تاریخ وفات نکالی ہے: "نجابت علی شاب آرام کر" (۵۱)۔ خواجہ محمد اکبر خاں اکبر وارثی میرٹھی کے رسالہ میلاد کی تاریخ طبع دیکھیے:

۱۳۳۶ھ

چھاپ دو حافظ کی بھی تاریخ طبع
"اب چھپی روداد میلاد حضور ﷺ"

۷ ۳ ۳ ۱ ھ

شاعر نے اپنی بیٹی کی وفات پر کہا:

کون اے حافظ جو پوچھے کون ہے
سونے والی اس مزار پاک کی
سوچا کیا اس کا تاریخی جواب
کہ دو "لڑکی حافظِ دل چاک کی"

۷ ۳ ۳ ۱ ھ

منشی عبداللطیف ابن حافظ شوکت علی کی قبر کا کتبہ دیکھیے:

گورِ عبداللطیف ولد شوکت علی

۸ ۳ ۳ ۱ ھ

انھی منشی عبداللطیف کی وفات پر حافظ نے تین قطعے کہے جو "لذتِ درد" کے صفحہ ۱۱۰، ۱۱۱ پر چھپے ہیں۔ ایک قطعہ دیکھیے:

جو فکرِ سالِ وفاتِ عبداللطیف حافظ کو پیش آئی
کہ دن بھی تاریخ و ماہ بھی ہو اگرچہ مصرع ہو کچھ مطول
تو فکر کرتے ہی کوئی بولا کہ حسبِ دلخواہ ہے یہ مصرع
"اجل جب آئی کہ پائی لیل الخمیس و ہفدہ ربیع الاول"

۸ ۳ ۳ ۱ ھ

عبدالرشید خاں کی تاریخ وفات کے قطعے کے دو مصرعے یہ ہیں:

حافظ کہی وصال کی تاریخ میں نے بھی
اللہ سے آج جا ملے عبدالرشید خاں (۵۲)

۶۶ ۱۲۷۲

دیوانِ ہشتم "میخانۂ خلد" کے صفحہ ۱۶۱ سے ۱۷۳ تک قطعات تاریخ ملتے ہیں۔ پیر جماعت علی شاہ علی پوریؒ کی اہلیہ کا کتبہ تاریخ رحلت دیکھیے:

تربت بانو قبلۂ عالم

۱۳۳۹ھ

ضامن حسین گویا کی مثنوی کی تاریخ اشاعت نکالی گئی۔

"نگار ضامن حسین گویا"

۱۳۴۰ھ

مولانا احمد رضا خاں بریلویؒ کی وفات پر حافظ پیلی بھیتی نے آٹھ قطعات لکھے۔ چند تاریخیں دیکھیے:

مال و بنون و دو ماں الباقیات الصالحات

۱۳۴۰ھ

رحمتِ ایزد رحمت ایزد — ۱۳۴۰ھ

سردار پیشوائے اہل سنت — ۱۳۴۰ھ

مقبولِ حق احمد رضا — ۱۳۴۰ھ

علم و عمل احمد رضا — ۱۳۴۰ھ

اوج کو کیا سفر بست و پنجم صفر — ۱۳۴۰ھ

کہہ دیا "مومن حق نما" چار بار — ۴×۳۳۵

پہنچے احمد رضا رؤف کے پاس — ۲۸۶+۱۰۸۴

کتبۂ والا مزار احمد رضا (۵۳) — ۱۳۴۰ھ

حواشی

(۱) رضی حیدر، خواجہ ۔ تذکرہ محدث سُورتی ۔ سُورتی اکیڈمی، کراچی ۔ ۱۹۸۱ء ۔ ص ۲۶۸

(۲) حافظ کے پہلے دیوانِ نعت "نعتِ مقبولِ خدا" میں ان کا نام یوں لکھا ہے: "ممتاز الشعرا جناب قاضی محمد ممتاز حسین صاحب متخلص بہ ممتاز خال بزرگوار و استادِ آموزگار مصنف (ص ۱۰۱) انہوں نے تقریظ میں حافظ کے متعلق لکھا ہے کہ "ہمشیرہ زادہ من است" (ص ۱۰۱)

(۳) تذکرہ محدث سورتی ۔ ص ۲۶۸

(۴) طرب کشی کے مضمون میں (شاید کتابت کی غلطی سے) یہ نام قاضی مختار حسین لکھا ہے۔

(۵) ہفت روزہ "الہام" بہاولپور ۔ نعت نمبر ۱۹۸۲ء ۔ ص ۱۲۴ (مضمون "اردو کا ایک گمنام نعت گو" از محمد یوسف طرب کشی)

(۶) تذکرہ محدث سورتی ۔ ص ۲۶۹

(۷) الہام ۔ نعت نمبر ۱۹۸۲ ۔ ص ۱۲۵

(۸) تذکرہ محدث سورتی ۔ ص ۲۶۹

(۹) تذکرہ محدث سورتیؒ ۔ ۲۶۹

(۱۰) الہام ۔ نعت نمبر ۱۹۸۲ ۔ ص ۱۲۵

(۱۱) نعتِ مقبولِ خدا ۔ ص ۱۰۵

(۱۲) ایسی غزلیں جن میں کئی نعتیہ اشعار ہیں انھیں میں نے "نعتیہ غزلیں" لکھا ہے

(۱۳) نعتِ مقبولِ خدا ۔ ص ۱

(۱۴) نغمۂ روح ۔ ص ۱

(۱۵) آئینۂ پیغمبر ﷺ ۔ ص ۳

(۱۶) نغمۂ جگر دوز ۔ ص ۱

(۱۷) لذتِ درد ۔ ص ۳

(۱۸) میخانۂ خلد ۔ ص ۳

(۱۹) الہام ۔ نعت نمبر ۱۹۸۲ ۔ ص ۱۲۴

(۲۰) نعتِ مقبولِ خدا ۔ ص ۸۰

(۲۱) نغمۂ روح ۔ ص ۳، ۳۸، ۴۷، ۴۸، ۸۹، ۹۰

(۲۲) بیاضِ نعت ۔ ص ۷۹، ۱۵۳

(۲۳) نغمۂ جگر دوز ۔ ص ۲۲

(۲۴) نعتِ مقبولِ خدا ۔ ص ۷۸

(۲۵) نغمۂ روح ۔ ص ۵۵، ۹۲ (اس دیوان کے صفحہ ۱۱۴ تا ۱۱۸ پر منشی اسمٰعیل حسین منیر کے اشعار پر "خمسۂ واقعاتِ کربلا" کے ۱۸ بند ہیں)

(۲۶) نغمۂ روح ۔ ص ۴۰ (صفحہ ۱۰۷، ۱۰۸ پر ایک "ترجیع بند پیش خوانیٔ مجلس یازدہم شریف" ہے جس کا پہلا شعر ہے:

یہ ہے محبوبِ سبحانی کا دربار
ہے محی الدین جیلانی کا دربار

(۲۷) آئینۂ پیغمبر ﷺ ۔ ص ۶۴

(۲۸) بیاضِ نعت ۔ ص ۸۶

(۲۹) نغمۂ روح ۔ ص ۲۴

(۳۰) میخانۂ خلد ۔ ص ۶۸

(۳۱) نعتِ مقبولِ خدا ۔ ص ۳۲

(۳۲) آئینۂ پیغمبر ﷺ ۔ ص ۱۱

(۳۳) بیاضِ نعت ۔ ص ۵۹

(۳۴) خمخانۂ حجاز ۔ ص ۱۴۹

(۳۵) نغمۂ روح ۔ ص ۱۹، ۹۱

(۳۶) آئینۂ پیغمبر ﷺ ۔ ص ۸۰، ۸۴، ۱۱۸، ۱۲۲ (اس دیوان میں ان مناقب کے علاوہ ۱۳۲۹ھ، ۱۳۲۳ھ، ۱۳۲۸ھ اور ۱۳۳۰ھ کے عرسوں کے موقع پر پڑھے گئے حضرت فضل رحمٰن گنج مراد آبادیؒ کے مناقب بھی شامل ہیں)

(۳۷) بیاضِ نعت۔ص ۲۰۲ (اس کے علاوہ ۱۳۳۳ھ کے عرس پر پڑھی جانے والی منقبت اور ۲۲۔ربیع الاوّل ۱۳۳۱ھ کے عرس کے موقع پر کہی گئی تین منقبتیں بھی کتاب میں موجود ہیں)

(۳۸) لذّتِ درد۔ص ۵۱ (تجلیاتِ فاتحہ کے تاریخی عنوان کی یہ نظم ص ۵۱ تا ۵۴ پر پھیلی ہوئی ہے) ۱۳۳۸ھ

(۳۹) لذّتِ درد۔ص ۸۳ (مراقبۂ حافظ ۱۳۳۷ھ کے تاریخی نام سے کہی گئی یہ منقبت صفحہ ۸۱ سے ۸۵ تک پھیلی ہوئی ہے اسی کتاب میں ۱۳۳۶ھ کے عرس پر ایک ہی قافیے میں کہے گئے ۵ اور مناقب بھی شامل ہیں)

(۴۰) میخانۂ خلد۔ص ۵۲ (کتاب میں وصولِ فضلِ رحماں اور نذرِ فقیر کے تاریخی نام کے دو اور مناقب بھی ہیں)

(۴۱) نغمۂ جگر سوز۔ص ۳۴ (۲۵۔اشعار کی یہ منقبت صفحہ ۳۶ تک پھیلی ہوئی ہے)

(۴۲) لذّتِ درد۔ص ۳۲، ۳۳

(۴۳) میخانۂ خلد۔ص ۵۵

(۴۴) نغمۂ جگر سوز۔ص ۱۰۴، ۱۰۷، ۱۰۶، ۴۳

(۴۵) میخانۂ خلد۔ص ۱۴۰

(۴۶) آئینۂ پیغمبر ﷺ۔ص ۱۳۴، ۱۳۵

(۴۷) بیاضِ نعت۔ص ۲۵، ۷۰

(۴۸) بیاضِ نعت۔ص ۱۹۲ تا ۱۹۸

(۴۹) آئینۂ پیغمبر ﷺ۔ص ۶، ۱۷۶، ۱۷۷

(۵۰) آئینۂ پیغمبر ﷺ۔ص ۱۷۷

(۵۱) لذّتِ درد۔ص ۹۶

(۵۲) لذّتِ درد۔ص ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۱۲

(۵۳) میخانۂ خلد۔ص ۱۶۳، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۳، ۱۷۴

☆☆☆☆☆

غریب سہارنپوری کا دیوانِ نعت

خزینۂ رحمت یعنی عطریاتِ غریب' نیو پریس سہارنپور سے ۱۹۰۳ء میں چھپی۔ کتاب کے سرورق پر "فان من الشعر لحکمۃ" درج ہے نیز رجسٹر نمبر ۴۱' بار اوّل' تعداد ایک ہزار تحریر ہے۔ خزینۂ رحمت ۱۷۶ صفحات پر مشتمل ہے۔ کتاب کے آغاز میں ۲۸۔اشعار کی ایک مناجات' قاضی الحاجات جل شانہٗ کی بارگاہ میں ہے جو مثنوی کی صورت میں ہے اور تمام تر نعت ہے کہ اللہ تعالیٰ سے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی محبت طلب کی ہے اور مرنے کے لیے خاکِ طیبہ کی تمنّا کا اظہار کیا ہے۔

اے خدا عشقِ نبی دے مجھ کو   ذوق و شوقِ عربی دے مجھ کو
سر جھکے پائے پیمبر کی طرف   پاؤں اُٹھیں تو اسی در کی طرف
خاکِ طیبہ سے ملے خاک مری   خاک ہو جائے مگر پاک مری

پھر ۱۹۔اشعار پر مشتمل "التجا بجنابِ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم" ہے جس کے آغاز میں حضور رسولِ انام علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعریف و ثنا ہے اور پھر ذات کے حوالے سے التجا کی گئی ہے۔ صفحہ ۳ کی آخری چند سطروں میں "التماس" کے عنوان سے لکھا ہے۔

"میدانِ نعتِ رسولِ مقبول (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) ایک بڑا وسیع میدان ہے۔ یہاں اشہبِ فکر کی جولانی' سمندِ ذہن کی رواں پہ روانی کب آسان ہے۔ فرشتہ بھی ہو تو ٹھوکر کھائے' انسان نسیان میں مبتلا ہو جائے۔ پھر مجھ سا ہیچمدان اور نعت کا بیان؟

"ببین تفاوتِ رہ از کجاست تا بہ کجا"

صفحہ ۵ پر غزلیات کے آغاز میں "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" کے بعد لکھا ہے۔ "صلی علی نبیہ السلیم" کتاب میں تمام منظومات ردیف وار ہیں۔ ردیف الف میں ۵۰، ب میں ۳، ت میں ۸، ث میں ۲، ج میں ۵، ح میں ۲، خ میں ۲، د میں ۱۸، ذ میں ۲، ر میں ۲۳، ز میں ۲، س میں ۲، ش میں ۲، ص میں ۲، ض میں ایک، ط میں ۲، ظ میں ۲، ع میں ایک، غ میں ۲، ف میں ۳، ق میں ۳، ک میں ۵، ل میں ۱۳، م میں ۱۳، ن میں ۳۸، و میں ۲۷، ہ میں ۱۳ اور ردیف ی میں ۵۸ غزلیں ہیں۔ ان میں ۲۸۰ غزلیں نعتیہ ہیں جن میں سے ۲۲ فارسی زبان میں ہیں۔ صفحہ ۹۵ پر نماز کے بارے میں اور صفحہ ۳۸ پر "لاالٰہ الا اللہ" ردیف کے ساتھ نظمیں ہیں۔ خلفائے راشدین کی دو، حضرت ابوبکر صدیقؓ کی ایک، حضرت عمر فاروق اعظمؓ کی دو، حضرت عثمان غنیؓ کی دو، حضرت علی المرتضیٰؓ کی ایک، سیدہ فاطمہ الزہراؓ کی ایک اور حضراتِ حسنینؓ کی ایک منقبت مختلف ردیفوں میں دیوان میں بکھری ہوئی ہیں۔

غزلوں کے بعد حضرت امام زین العابدینؓ سے منسوب نعت پر امیرؔ مینائی کی دو نعتوں پر اور سعدیؔ کے "بلغ العلیٰ بکمالہٖ" پر تضمینیں ہیں۔ پھر مصنف کے دو فارسی اور ایک اردو قطعاتِ تاریخ ترتیب و طبعِ دیوان ہیں۔

خزینۂ رحمت کے بارے میں مولوی حبیب حسن سہارنپوری کی عربی تقریظ اور فارسی قطعۂ تاریخ، مرزاؔ سہارنپوری اور مظفرؔ سہارنپوری کا ایک ایک فارسی اور ایک ایک اردو قطعۂ تاریخ اور امیرؔ سہارنپوری کے تین قطعاتِ تاریخ کے علاوہ مختارؔ سہارنپوری، مرزا عبدالمجید بیگ، ظہور محمد خان ظہورؔ خلف الرشید مصنف، لرزاںؔ سنسارپوری، صدیقؔ سہارنپوری، فکرؔ سہارنپوری، نظیرؔ سہارنپوری اور خرّوؔ انصاری سہارنپوری کے قطعاتِ تاریخ شامل کتاب ہیں۔ آخری اڑھائی صفحوں پر "صحت نامہ اغلاطِ ضروریہ" دیا گیا ہے۔

افسوس کہ غریبؔ سہارنپوری کے حالاتِ زندگی دستیاب نہیں۔ ان کے زیرِ نظر دیوانِ نعت میں ان کا نام محمدؔ خان اور ان کے صاحبزادے کا نام ظہور محمد خان لکھا ہے، ---- اور بس!

غریبؔ کے نعتیہ کلام میں نعت کے وہ تمام مضامین موجود ہیں اور نئے نئے انداز میں منظوم موجود ہیں جو اس زمانے میں خاص طور پر استعمال ہوتے تھے۔ مثلاً حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے معجزات کا بیان ----

یہ کی تاثیر چوبِ خشک میں بھی اُن کی صحبت نے
ستوں گریاں رہا برسوں حبیبؐ رب کے منبر کا
انگشت سے جناب اشارہ اگر کریں
دو ٹکڑے آسماں پہ ہو ایک بار چاند
ارشاد ہو حجر کو تو کلمہ پڑھے ابھی
ہو حکم جس شجر کو وہ حسب الطلب چلے
پاؤں پر آپ کے سر رکھتے تھے اُڑ کر طائر
چومتے تھے انہی قدموں کو حجر آنکھوں سے

معجزۂ معراج کا حوالہ ان کی بہت سی نعتوں میں ملتا ہے

شبِ عروجِ رسولؐ کیا تھی، وہ شب شبِ وصلِ کبریا تھی
چلے گئے لامکاں کو حضرتؐ رُکے نہ عرشِ بریں پہ جا کر
شبِ وصالِ خدا تھی شبِ عروجِ نبیؐ
ذرا بھی عاشق و معشوق میں حجاب نہ تھا
شبِ معراج کے قصّے سے ظاہر ہے عروج ان کا
ہے بالا لامکاں سے بھی مکانِ احمدِؐ مرسل
جانے شبِ عروج محمدؐ کہاں گئے
اتنا سنا، مکاں سے اٹھے، لامکاں گئے

نورانیتِ مصطفیٰؐ (علیہ التحیۃ والثناء) کے ذکر میں نعتِ غریبؔ کے چند پہلو ملاحظہ فرمایئے:

شان میں جس نور کے آیا ہے آیہ نور کا
ہے بیاضِ صبح اس پر اک صحیفہ نور کا

نور سے پیدا ہوئے نورِ محمدؐ کے طفیل
آسمان و عرش و کرسی، ماہ و اختر، آفتاب

تجلی ہیں جس سے مہر و ماہ و اختر
وہ رکھتا ہے نبیؐ کا نقشِ پا نور

نبیؐ کے نور کی دیر و حرم میں روشنی پائی
ادھر پشتِ محمدؐ ہے، ادھر روئے محمدؐ ہے

غریبؔ سہارنپوری کے زیرِ نظر مجموعۂ نعت میں حضور رسولِ کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے میلادِ پاک کے موضوع پر مختلف نعتوں میں کئی اشعار ملتے ہیں لیکن کئی نعتیں خالصتاً اسی موضوع پر کہی گئی ہیں مثلاً

غریبؔ آج تنزلِ رحمت ہے ہر سو
محمدؐ شہِ انس و جاں کی ہے آمد

جن سے عزت عرش کو ہے، جن سے زینت فرش کو
آج وہ فخرِ زمیں، فخرِ زماں آنے کو ہیں

امّی، یثربی، مکی، مدنی آتے ہیں
شورِ آمد ہے، رسولِ عربی آتے ہیں

نورِ بزمِ اُدنُ منّی، ماہِ یوحیٰ، مہرِ دیں
آفتابِ آسمانِ قد نریٰ پیدا ہوئے

جبھی ہے آج محفل مولدِ فخرِ اب وجد کی
ہوئی ہے شمع روشن جلوۂ نورِ مجرّد کی

غریبؔ نے دوسرے نعت گوؤں کی طرح مدینۂ طیبہ میں حاضری کی تمنا میں اپنے دل کی

آواز کو زبان بخشی ہے۔ اسی طرح نعت کے دیگر مضامین میں بھی خوب خوب طبع آزمائی کی ہے۔ مولانا احمد رضا بریلوی کی مشہور نعت ہے:

مالکِ کونین ہیں، گو پاس کچھ رکھتے نہیں
دو جہاں کی نعمتیں ہیں اُن کے خالی ہاتھ میں

غریبؔ نے اسی ردیف میں، قوافی کی تبدیلی کے ساتھ دو نعتیں کہی ہیں:

گر براقِ برق دم کی آپؐ کے لکھوں صفت
توسنِ خامہ بھرے کیا کیا طرارے ہاتھ میں

خاتمِ دستِ محمدؐ کی صفت لکھتے ہیں ہم
ہے ہمارے شاہدِ ایماں کا زیور ہاتھ میں

غریبؔ نے "آنکھیں" ردیف میں بہت سی نعتیں کہیں ہیں۔ چند اشعار دیکھیے!

گھبرائے گا جی، دیکھ کے رضواں کے چمن کو
ڈھونڈیں گی رہِ روضۂ شاہِ زمنؐ آنکھیں

سر بہرِ نثارِ قدمِ پاک ہے اپنا
رکھتے ہیں پئے دیدِ محمدؐ بشر آنکھیں

آنکھوں سے کریں نعتِ محمدؐ رقم آنکھیں
لازم ہے کہ مژگاں کو بنائیں قلم آنکھیں

جب سے محبوبِ خدا کی نظر آئیں آنکھیں
میری آنکھوں میں کسی کی نہ سمائیں آنکھیں

واہ کیا ان کو مقدر تھا خدا نے بخشا
دیکھتے تھے جو محمدؐ کو بشر آنکھوں سے

اگر تھوڑی سی بھی خاکِ مدینہ ہاتھ آ جاتی
ہم آنکھوں کے لیے سرمہ بناتے اپنی آنکھوں سے

سب جانتے ہیں کہ مطلع میں شاعر کو نسبتاً زیادہ خونِ جگر صَرف کرنا پڑتا ہے۔ غریبؔ کے چند مطلعے ملاحظہ فرمایئے اور ان کی شاعری کے متعلق رائے قائم کیجیے۔

کلیمؑ نے خواب میں نہ دیکھا، جو آنکھ سے مصطفیٰؐ نے دیکھا
خدا کا جلوہ اٹھا کے پردہ دُوئی کا نورِ خدا نے دیکھا

لکھا ہے وصف بحرِ شفاعت کی ذات کا
دیواں کا ہر ورق ہے سفینہ نجات کا

دشتِ طیبہ کو جا کے دیکھ لیا
خُلد کو سر اُٹھا کے دیکھ لیا

یہ کہتا ہوں دل میں پشیمان ہو کر
نہ پہنچا مدینے مسلمان ہو کر

آپ کا سن کر شبِ معراج فیضِ عام عرش
حاضرِ راہِ محمدؐ تھا پئے انعام عرش

غریبؔ کی فارسی نعتوں میں سے چند اشعار بطورِ نمونہ نذرِ قارئین ہیں:

ازما مپُرس رتبۂ جبریلؑ را کہ چیست
مثلِ غریبؔ خادمِ کُوئے محمدؐ است

زبانش بکامش مبادا الٰہی
نگوید کسے گر ثنائے محمدؐ

اگر شیر فلک پایم ببوسد بر کشم پا را
غریبؔ آخر سگِ کُوئے محمدؐ مصطفیٰ ہستم

ہر مطلع مثلِ مطلعِ صبح است انتخاب
مدّاحِ رُوئے نُور فشانِ محمدم

می کشاید قفلِ جنت، می کشاید بابِ خلد
رحمتِ حق دمبدم بر ساکنانِ کُوئے تو

"خزینۂ رحمت" میں شامل چند مناقب کا ایک ایک شعر ملاحظہ فرمایئے:

عاشقانِ مصطفیٰؐ کو خلد کی لکھ دے سند
اے محبانِ نبیؐ دیکھا سیاقِ چار یار

اُن کا ہمسر نہیں امت میں محمدؐ کی غریبؔ
افضل و اکمل و برتر ہیں صحابہؓ چاروں

ہوتی تھی سرافرازیٔ اسلام دوبالا
بڑھتا تھا جہاں تک قدمِ حضرتِ صدیقؓ

صُحبتِ مصطفیٰؐ سے پائے فیض
مرحبا طالعِ رسائے عمرؓ

رنگ و بوئے گلشنِ انصاف تھے وہ ذاتِ پاک
تھے نہالِ عدل کے تازہ ثمر حضرت عمرؓ

غریبؔ اپنی زباں کے بوسے لیتا ہے محبت سے
زباں پر جس گھڑی آتا ہے نامِ حضرتِ عثمانؓ

آفتابِ عزّت و دولت، مہرِ بُرجِ شرف
آسمانِ اعتلا ہیں حضرت عثمانِ غنیؓ

گوہرِ جاں کون قربانِ علیؓ کرتا نہیں
نقدِ دل کرتے ہیں دو عالم فدائے مرتضیٰؓ

رونقِ فردوس و جنت، زینتِ دنیا و دیں
قاسمِ تسنیم و کوثر ہیں جنابِ فاطمہؓ

گلشنِ فاطمہ زہراؓ کے گُلِ تر دونوں
باغِ حیدرؓ کے ہیں شمشاد و صنوبر حسنینؓ

خزینۂ رحمت یعنی عطریاتِ غریبؔ کی طباعت و اشاعت کے حوالے سے بعض مصرع ہائے تاریخ یہ ہیں:

مقبول طبع دیواں از چار سُو شنیدم
یا رب یہی دیوان شفاعت کی سَنَد ہو
جمع شُد نظمِ خالص و نادِر
دُرجِ یاقوت نعتِ احمدؐ پاک
یہی کتابِ ثنائے رسولؐ
نظمِ رنگینِ حضرتِ استاد
لکھ بھی دو تاریخ اس کی نظمِ رنگیں بے مثال
سببِ بخششِ خطا ہے یہ
گلشنِ نعتِ رسولِ مدنی

محسن کاکوروی کی ”نظمِ دل افروز“

محسن کاکوروی رحمتہ اللہ تعالیٰ 24 اپریل 1905ء کو اپنے خالق کریم کے پاس چلے گئے تھے مجھے یہ خیال چین نہیں لینے دیتا کہ میرے آقا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی توصیف و ثناء میں تر زبان رہنے والے ایسی ہستیوں کا ذکر خیر کسی نہ کسی طریقے سے ہوتا رہنا چاہیے۔ میں نے محترم خواجہ رضی حیدر (کراچی) کے ہاں حافظ پیلی بھیتی کے آٹھ نعتیہ دیوان مطبوعہ صورت میں پائے تو ان کا ایک انتخاب کر کے ”نعت حافظ“ کے نام سے پونے تین سو صفحات کی ایک کتاب چھپوادی۔ مجھے معلوم ہوا کہ آزاد بیکانیری کا نعتیہ دیوان مکرم محمد صادق قصوری (قصور) کے پاس ہے۔ میں نے کئی سال کی کوشش کے بعد ان سے عکسی نقل حاصل کی اور ماہنامہ ”نعت“ لاہور کے دو شماروں میں اس کا انتخاب (چند مضامین کے ساتھ) چھاپ دیا۔ اسی طرح مختلف رسائل و جرائد میں بکھرا ہوا کلام ضیاء القادری جمع کیا اور اب تک چار شماروں میں (سوا چار سو صفحات) شائع کر چکا ہوں اور ابھی یہ سلسلہ جاری ہے۔ نیز محمد حسین فقیر بے چین رجپوری اختر الحامدی شیدا بریلوی جمیل نظر کفایت علی کافی ستار وارثی الطف بریلوی جوہر میرٹھی امام احمد رضا خان بریلوی علامہ اقبال تہنیت النساء تہنیت عبدالقدیر حسرت صدیقی حفیظ فاروقی حمید صدیقی امیر مینائی عابد بریلوی ظفر علی خان اور مفتی غلام سرور لاہوری پر خاص نمبر مرتب کر کے چھاپ چکا ہوں۔

محکمہ اوقاف پنجاب نے ”سید ہجویر نعت کونسل“ قائم کی تو راقم الحروف کو اس کا سربراہ مقرر کر دیا۔ ہم نے فوری طور پر 10 دسمبر 2001ء (25 رمضان المبارک۔ پیر) کو کونسل کا افتتاحی اجلاس بصورت مشاعرۂ نعت کرایا۔ جنوری 2002ء سے ماہانہ طرحی نعتیہ نشست شروع ہوئی۔ التزام یہ کیا گیا کہ ہر ماہ مصرعِ طرح مرحوم نعت گو کے کلام سے منتخب کیا جائے جو اس ماہ میں اپنے رب کریم سے جا ملے تھے۔ چنانچہ جنوری کے مشاعرے کے لئے علامہ سیماب اکبر آبادی فروری کے لئے حکیم عبدالکریم ثمر، مارچ کے لئے احسان دانش اور اپریل کے لئے محسن کاکوروی کے مصرعے دیئے گئے۔

یہ ماہانہ مشاعرہ ہر انگریزی مہینے کے پہلے پیر کو نماز مغرب کے فوراً بعد داتا دربار لاہور کے ایڈمنسٹریٹو بلاک میں ہوتا رہا۔ مارچ کا مشاعرہ 4 تاریخ کو ہونا تھا مگر اسی دن میری بیگم کے ارتحال کے سبب ملتوی ہو گیا۔ یوں یکم اپریل کو احسان دانش کے مصرعے ”عکس خود نما اس کے جلووں کا پیکر ہو گیا“ اور محسن کاکوروی کے مصرعے ”نہاں

تھے ماضی و مستقبل وحال ایک مصدر میں" پر مشاعرہ ہوا۔ سترہ شعراء نے احسان دانش کے مصرعے پر اور چھ شعراء نے محسن کے مصرعے پر طبع آزمائی کی۔

محترم صبیح رحمانی (مدیر "نعت رنگ") کو مصرعے کی اطلاع ہوئی تو انہوں نے مجھے فون کیا کہ محسن پر میرا کوئی مضمون ہو تو میں "سفیر نعت" کے لئے بھجوادوں میں نے معذرت کر لی لیکن بعد میں مجھے خیال آیا کہ میں جب فروری 1992ء میں دہلی گیا تھا تو انجمن ترقی اردو ہند کے ناظم کتب خانہ ایم حبیب خان نے مجھے علی گڑھ سے احسن مارہروی کی تضمین بر "نظم دل افروز" لا کر دی تھی۔ محسن کاکوروی 24 اپریل 1905ء کو پیر کے دن واصل بحق ہوئے تھے۔ "سید ہجویر نعت کونسل" کے یکم اپریل 2002ء (پیر) کے طرحی مشاعرے کے لئے محسن کاکوروی کا مصرع ان کی "نظم دل افروز" ہی سے لیا گیا تھا۔ یہ نظم "کلیات نعت محسن" (مرتبہ محمد انوار الحسن۔ شائع کردہ اتر پردیش اردو اکادمی لکھنؤ۔ پہلا فوٹو آفسیٹ ایڈیشن 1982ء) کے صفحہ 207 تا 210 پر طبع ہے۔ نظم 74 اشعار پر مشتمل ہے۔ میں نے احسن مارہروی کی "مخمس نعت نبی ﷺ" (1322ھ) اپنے ذخیرۂ کتب سے ڈھونڈ نکالی ہے اور اس کے حوالے سے یہ مضمون تحریر کر رہا ہوں۔ لیکن پہلے میرے مشاعرے پر محسن کی نظم کے اثرات دیکھئے محسن نے کہا تھا:

ترے ہی نور سے نکلے زمین و آسماں بے شک
نہاں تھے ماضی و مستقبل وحال ایک مصدر میں

اس شعر پر احسن مارہروی کی تخمیس دیکھئے:

نہ ہوتا تو تو رہتا ناقص امر "کن فکاں" بے شک — تصرف سے ترے ہے منقلب فعل زماں بے شک
ترے جلوے کی ہیں کونین میں نیرنگیاں بے شک — ترے ہی نور سے نکلے زمین و آسماں بے شک
نہاں تھے ماضی و مستقبل وحال ایک مصدر میں

(تخمیس از علی احسن احسن مارہروی۔ مسلم یونیورسٹی بک ڈپو علی گڑھ۔ س ن۔ ص 15)

"سید ہجویر نعت کونسل" کی یکم اپریل 2002ء نعتیہ نشست میں محسن کاکوروی کے مصرعے پر چھ نعتیں کہی گئیں۔ دو دو اشعار دیکھئے:

بشیر رزمی (صدر):

چمک ایسی نہ اختر میں، جھلک ایسی نہ گوہر میں — جسے ہم دیکھتے ہیں حسن کردار پیمبر ﷺ میں
خدا کے وہ خدا ان کا ہمارے وہ ہم ان کے ہیں — یہی لکھا ہوا ہے ہر دو حرف کن کے دفتر میں

تابش الوری بہاولپور (مہمان شاعر):

عجب امید روشن ہے ہمارے قلب مضطر میں — ہمارے ساتھ ہوں گے رحمت عالم بھی محشر میں
رسول پاک کے پرچم تلے آجائیں گی قومیں — کہ دریاؤں کو بالآخر اترنا ہے سمندر میں

صادق جمیل

کرے جو وقف اپنی زندگی مدح پیمبر میں — ہوائیں خود جلاتی ہیں دیے اس شخص کے گھر میں
ثنا صادق جمیل اس کی بیاں ہو کس طرح مجھ سے — خدا کا عکس آتا ہے نظر جس نور پیکر میں

فیض رسول فیضان (گوجرانوالہ):

بڑی رعنائیاں ہیں سرور کونین کے در میں — سمٹ آئی ہے شبیہ خلد میرے دیدۂ تر میں
سفر سوئے مدینہ یوں اگر طے ہو تو کیا کہنے — درود پاک لب پر شوق دل میں عاجزی سر میں

پروفیسر حسن عسکری کاظمی:

وہی ہیں مرکز پرکار عصمت چشم داور میں — کہ ہیں سب آیتیں قرآن کی مدح پیمبر میں
اسی کے سامنے سرخم کیا میں نے عقیدت سے — کہ دیکھا جلوۂ عشق محمد جس سخنور میں

راجا رشید محمود (ناظم مشاعرہ):

ہو پس منظر میں جس کے عرش جنت پیش منظر میں — اک ایسا شہر بھی دیکھا ہے ہم نے نعت کشور میں
کیا ہے رہنما اس نے جو قاموس محبت کو — مفاہیم و معانی ہیں کئی حرف ثنا گر میں

"نہاں تھے ماضی و مستقبل وحال ایک مصدر میں" پر گرہ کی درج ذیل صورتیں سامنے آئیں:

فیض رسول فیضان

شہ لولاک جو کھوئے ہوئے تھے حسن داور میں — "نہاں تھے ماضی و مستقبل وحال ایک مصدر میں"

حسن عسکری کاظمی

بنا کر رحمت للعالمیں بھیجا گیا ان کو — "نہاں تھے ماضی و مستقبل وحال ایک مصدر میں"

صادق جمیل

فصاحت ہو تو ایسی ہو، بلاغت ہو تو ایسی ہو — "نہاں تھے ماضی و مستقبل وحال ایک مصدر میں"

راجا رشید محمود

ازل سے میرے آقا مرکز رشد و ہدایت تھے — "نہاں تھے ماضی و مستقبل وحال ایک مصدر میں"

راقم نے ماضی کے فعل کو حال میں تبدیل کر کے مستقبل کو بھی یوں ساتھ ملایا:

مقام مصطفیٰ ﷺ کی عظمتوں کا یہ تسلسل ہے
"نہاں تھے ماضی و مستقبل و حال ایک مصدر میں"
ہیں مداح نبی اجداد بھی، اولاد بھی، میں بھی
"نہاں تھے ماضی و مستقبل و حال ایک مصدر میں"

راقم کے ذخیرۂ کتب میں محسن کا ایک مجموعہ نعت "مسدس بستان رحمت" (1307ھ) بھی ہے لیکن اس میں صرف پانچ رسالے ہیں۔ مثنوی صبح تجلی، مثنوی چراغ کعبہ، سراپائے رسول اکرم ﷺ، مخمس نعتیہ اور مدیح خیر

المرسلینؐ (قصیدہ ولامیہ) یہ کتاب مطبع نامی لکھنؤ میں ابوالحسنات قطب الدین احمد کے اہتمام سے ستمبر 1889ء محرم 1307ھ میں چھپی چونکہ اس میں "نظم دل افروز" نہیں ہے کہ وہ لکھی ہی 1318ھ میں گئی تھی جو "نظم دل افروز" کے بعد بھی ہیں...... اس لئے یہ کتاب فی الحال زیر بحث نہیں ہے۔

"کلیات محسن" میں "نظم دل افروز" 174 اشعار پر مشتمل ہے لیکن احسن مارہروی نے 176 اشعار کی تضمین کی ہے۔ درج ذیل دو شعر "کلیات" میں نہیں ہیں۔

تری دیوار کے سایے میں اہل حق کے جھرمٹ ہیں	دم توحید کی ہو حق ہے تیرے حلقۂ در میں
ترے اقبال سے شان سلیمانی و داؤدی	ہوئی یکجا ابوبکرؓ و عمرؓ، عثمانؓ و حیدرؓ میں

احسن نے محسن کے درج ذیل تین اشعار پر دوہری تضمین کی ہے:

ہے منزل اک مہ کنعاں کی قلب زار و مضطر میں	یہ مہمان عزیز اترا ہے کس اجڑے ہوئے گھر میں
نئی الفت کا میٹھا درد ہو تقسیم اعضاء میں	کہ بسم اللہ طفل اشک کی ہے دیدۂ تر میں
وصال و ہجر میں ہے بے قراری ایک حالت پر	نہیں کیا اک گھڑی کا چین بھی اپنے مقدر میں

اس طرح احسن کی تضمین 79 بند پر مشتمل ہے۔

"کلیات نعت محسن" اور "تخمیسیں" (کتاب کا نام یہی ہے۔ اس میں محسن کی "نظم دل افروز" اور الطاف حسین حالی کی "عرض حال" دونوں نظموں کی تضمینیں ہیں)

نظم محسن کے بعض الفاظ اور بعض الفاظ کی املا میں تفاوت ہے۔ اس کا ذکر ذیل میں کیا جاتا ہے۔ (کہیں کلیات میں درست چھپا ہے کہیں تخمیس میں) راقم کے ذخیرۂ کتب میں "مکمل گلدستہ حضرت محسن کاکوروی" بھی ہے لیکن بوجوہ اس کا ذکر آخر میں ہوگا۔

کلیات	تخمیسیں
نہیں کیا اک گھڑی کا چین بھی اپنے مقدر میں	نہیں کیا اک گھڑی کا چین بھی اپنے مقدر میں
بہار اب کی برس رکھے مجھے زندان دیگر میں	بہار اب کی برس رکھے مجھے زندان دیگر میں
ہماری بندگی کا سجدہ ہے محراب دیگر میں	ہماری زندگی کا سجدہ ہے محراب دیگر میں
عوض میں غمزے کے دیتا کرشمے کے عوض عقبیٰ	عوض میں غمزے کے دیتا کرشمے کے عوض عقبیٰ
لگا ہے ٹھیک اب کی زخنامہ یار کے در میں	لگا ہے ٹھیک اب کی زخنامہ یار کے در میں
کہ تاب جلوۂ حسن بتاں ہو آب دیگر میں	کہ تاب جلوۂ حسن بتاں ہو آب دیگر میں
ابد تک اب خزاں سوتی رہے پھولوں کی چادر میں	ابد تک اب خزاں سوتی رہے پھولوں کی چادر میں
شجاعت کا صلحنامہ نہاں ہر چین ابرو میں	شجاعت کا صلح نامہ نہاں ہر چین ابرو میں
کہ لہریں لے رہی ہے بحر سواج آپ کی بر میں	کہ لہریں لے رہی ہے بحر سواج آپ کی بر میں

کلیات	تخمیسیں
رہے پیراہن محبوبیٔ خالق تری بر میں	رہے پیراہن محبوبیٔ خالق تری بر میں
لے شکریہ میں اس بت شکن کو خوانِ صد نعمت	لے شکریے میں اس بت شکن کو خوان صد نعمت
خدا جس کے گھر میں اور وہ خدائے پاک کے گھر میں	خدا ہے اس کے گھر اور وہ خدائے پاک کے گھر میں
ترے انوار کا پرتو مہ کنعاں کے نقشہ میں	ترے انوار کا پرتو مہ کنعاں کے نقشہ میں
نہ تیرا مثل مظہر میں، نہ ترا مثل مظہر میں	نہ تیرا مثل مظہر میں، نہ ترا مثل مظہر میں
خمیر پاک کا ثانی نہ مظہر میں، نہ مضمر میں	خمیر پاک کا ثانی نہ مظہر میں، نہ مضمر میں
شمیم خلد کوچہ کی نسیم روح پرور میں	شمیم خلد کوچہ کی نسیم روح پرور میں
گنہگار پہلے پوچھے جائیں جب سرکار محشر میں	گنہگار پہلے پوچھے جائیں جب سرکار عالی میں
چھلکا لے لیا دوزخ کے کارندوں سے محشر میں	چھلکا لے لیا دوزخ کے کارندوں سے دم بھر میں
کہیں لکھ دیں نہ نام اپنا گنہگاروں کے دفتر میں	کہیں لکھ دیں نہ نام اپنا گنہگاروں کے دفتر میں
نہیں ممکن کبھی تیرے مدائح سو میں دس لکھنا	نہیں ممکن کبھی اس کے مدائح سو میں دس لکھنا
جو کلک دو زباں ہے وہ زباں دست سخنور میں	جو کلک دو زباں ہے وہ زباں دست سخنور میں
وہ تیری مدح بس ہے جو لکھی خامے نے قدرت کے	وہ تیری مدح بس ہے جو لکھی خامے نے قدرت کے
کہے کیا خوب طوطی بولتا ہے باغ سرورﷺ میں	کہے کیا خوب طوطی بولتا ہے باغ سرورﷺ میں
لگادیں خاک پا ممدوح کی مداح کے منہ میں	لگادیں خاک پا ممدوح کی مداح کے منہ پہ
سلام غیر محدود آپﷺ کی روح معظم پر	سلام غیر محدود آپﷺ کی روح معظم پر

آپ نے دیکھا کہ احسن مارہروی لفظ کو املا کے ساتھ لکھتے ہیں جبکہ محسن بغیر املا کے احقر پہلے عرض کر چکا ہے کہ کہیں غلطی کلیات میں ہے کہیں مخمس میں۔ اب وضاحت سے عرض کرتا ہوں کہ مصرع نمبر ۱، ۲، ۴، ۵، ۹، ۱۰، ۱۲، ۱۳، ۱۵، ۱۷، ۱۸، ۲۱، ۲۲، ۲۴، ۲۵ میں "کلیات نعت محسن" میں غلط چھپا ہے اور مصرع نمبر ۳، ۶، ۷، ۱۱، ۱۴، ۱۹، ۲۰، ۲۳ میں غلطی مخمس میں ہوئی ہے۔ اوپر درج شدہ بارہویں مصرع میں کلیات میں لفظ "میں" زائد لکھا گیا ہے ایک لطیفہ یہ ہوا ہے کہ نویں اور دسویں مصرعوں میں کلیات میں دونوں جگہ "بر" کو مؤنث لکھا گیا ہے جبکہ مخمس میں ایک جگہ مؤنث دوسری جگہ مذکر تحریر ہے۔ ہونا مذکر ہی چاہیے تھا۔

"مخمس نعت نبیﷺ" کے آغاز میں ۲۲ صفحات کا مقدمہ ہے جس میں ساڑھے نو صفحے تو احسن مارہروی کے لکھے ہوئے ہیں۔ باقی صفحات پر امیر احمد بی اے علوی کاکوروی کی مبسوط اور پر مغز تحریر نقل کی گئی ہے۔ محسن کاکوروی امیر احمد علوی کے نانا تھا۔

احسن مارہروی نے لکھا ہے کہ "نظم دل افروز" کی تضمین سب سے پہلے غالبا سید طاہر علی طاہر فرخ آبادی نے کی۔ انہوں نے منشی حیات بخش رسا کی تضمین کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ مارہرہ میں چار شاعروں نے تخمیس کی صورت میں اس نظم کی تضمین کی۔

سید مخدوم عالم آثر مارہروی

سید امیر حسن دلگیر مارہروی

یوسف حسن طیش مارہروی

اور محمد احسن احسن مارہروی

انہوں نے تحریر کیا ہے کہ اس نظم کی ایک درجن سے زیادہ تضمینیں ہوئیں جن میں سے چار چھوٹی زیور طبع سے بھی آراستہ ہوئیں۔ انہوں نے اپنی تضمین کے بارے میں کہا ہے کہ 1322ھ میں لکھی گئی اور اٹھارہ برس بعد چھپ رہی ہے۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ "تخمیس" 1340ھ میں اشاعت پذیر ہوئی۔ لکھتے ہیں کہ جب یہ مخمس مکمل ہو گیا اور منشی حیات بخش رسا کے ذریعے محسن کاکوروی کو اطلاع ہوئی تو محسن نے 28 مئی 1904ء کو احسن کو لکھا۔

"آج منشی حیات بخش صاحب کا خط جلیسر سے آیا کہ میرے کرم فرما میر اوصاف علی صاحب بیکر بیڑی کے مکان پر جلسہ ہوا اور بزرگان مارہرہ کی چار تضمینیں پڑھی گئیں اور حقیقت میں بہت عمدہ چاروں تضمینیں ہوئی ہیں اور وہ لوگ بہت ہی لائق اشخاص ہیں لہٰذا بسلسلہ تحریر گزشتہ جو چار پانچ روز ہوئے میں نے لکھی ہے ایک غزل نعتیہ کی چاروں صاحبوں کی تضمینیں میرے پاس بھیج دیجئے۔ کل کے بھیجنے میں تو بہت تکلف ہوگا مگر ایک غزل کی چار تضمینیں کچھ بہت نہیں ہیں۔ آپ کی عنایتوں سے امید ہے کہ دو ہی تین دن میں میرے پاس بھیج دیں۔"

محسن کا ایک شعر ہے:

ید بیضا چراغ طور سے روشن کیے دیتی

کہ سجدے میں جھکا ہوگا اندھیرا راستے بھر میں

اس شعر کے بارے میں دو معانی سامنے آئے۔ اول یہ کہ شب معراج دیتی لئے ہوئے ید بیضا موجود تھا۔ دوم یہ کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام ید بیضا کی دیتی لئے تشریف فرما تھے۔ محسن نے 5 مئی 1904ء کے مکتوب میں اس کے متعلق لکھا:

آپ کی صفائی طبیعت اور حسن لیاقت و خوبی بندش اور ترکیب معانی مبانی مجھے اس تاریخ سے معلوم ہو گئی تھی جو آپ نے رسا کی تضمین پر لکھی تھی۔ میں آپ کے اس خط کا نہایت شکر گزار ہوا۔ شعر کے معنی وہی صحیح ہیں جو آپ نے معنی اول قرار دیے ہیں اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ میں مشعل کا ہونا خلاف ادب ہے۔ معنی ثانی ہرگز مقصود شاعر نہیں ہیں۔ آپ غور کیجئے کہ اس مطلب کے ساتھ یا دوسرے مطلب کے ساتھ جس کو معنی ثانی آپ لکھتے ہیں' مصرع ہائے تضمین کیا اور ربط رکھتے ہیں۔ حقیقت میں تضمین کے مصرع' شعر کی مناسبت سے ہونا چاہیے۔ مثلاً ید بیضا کی حسن

خدمت محض بنظر تعظیم تھی ورنہ ممدوح کے جمال جہاں آرا سے سب اندھیرے مٹ جاتے۔"

محسن کے مصرع "باستقبال آیا مرحبائے آدم و عیسیٰ" میں مرحبا کو مذکر باندھا گیا ہے۔ احسن مارہروی نے اس کے متعلق استفسار کیا تو 11'12 مئی 1904ء کے خط میں محسن کاکوروی نے لکھا:

"مرحبا کی تذکیر و تانیث مجھ کو معلوم نہیں ہے لیکن چونکہ علامت تانیث کی پائی نہیں جاتی' لہٰذا بحیثیت تذکر اس کا استعمال میں نے پسند کیا اور میں نے ساری عمر نہ کسی کو استاد کیا' نہ کسی کی زبان کا پابند ہوا۔ نہ ایسی شاعری کا قصد کیا کہ اس کی حاجت ہوتی۔ کبھی کبھی دو چار شعر نعت کے لکھنے' بقصد عبادت اور معذوری ہاتھ کے سبب باریک کاغذ پر میں لکھ نہیں سکتا۔ اس سبب سے اس کاغذ (چھپے ہوئے کارڈ) پر لکھا ہے۔"

احسن مارہروی نے لکھا ہے۔ "چونکہ آفریں' شاباش' واہ واہ' یہ سب کلمات تحسین اردو میں مؤنث مستعمل ہوتے ہیں' اسی محسن میں مرحبا کو بھی مؤنث کہا ہے چنانچہ جلال لکھنوی اپنے رسالہ "مفید الشعراء" میں اور جلیل مانکپوری نے رسالہ "تذکیر و تانیث" میں اس لفظ کو مؤنث ہی لکھا ہے اور مثال میں جان صاحب (ریختی گو)) کا یہ شعر دیا ہے:

تو جو اے سوت بہت سوتی ہے

مرحبا چار طرف ہوتی ہے

بہر حال جیسا کہ مولانا محسن نے اپنے خط میں لکھا ہے' وہ ان شعراء میں نہ تھے جن کو خواہ مخواہ تقلید کی مجبوریوں سے دوسروں کی پابندی لازمی ہوتی۔"

محسن کاکوروی کے محولہ بالا مکتوب میں جو ہاتھ کی معذوری کا ذکر ہے' اسے اپنی "نظم دل افروز" میں دست شکستہ سے موسوم کیا گیا ہے۔ احسن کا خمسہ یوں ہے:

کلید گنج استغنا ہے کس دست شکستہ میں — اسی میں ہے ترا دامن' ہے جس دست شکستہ میں

خدایا! بخش دے اتنی تو حس دست شکستہ میں — "سفارش نامہ ہو مولا کا اس دست شکستہ میں"

"پکاریں جب مجھے سرکار عالی جاہ داور میں"

حاشیے میں احسن لکھتے ہیں۔ "حضرت محسن ایک مرتبہ گاڑی سے گر پڑے تھے جس کے صدمے سے سیدھے ہاتھ میں چوٹ آ گئی تھی۔ اس صدمے سے ہاتھ اٹھانے میں تکلف ہوتا تھا۔" (ص ۲۲) محسن کے نواسے امیر احمد علوی نے اپنے تبصرے کے آخر میں اس حادثے کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے۔ "ایک مرتبہ گاڑی پر سوار تھے گھوڑے نے شرارت کی۔ گاڑی سے کود پڑے۔ دست راست کی ہڈی اکھڑ گئی تھی۔ معالجے سے ہڈی اپنی جگہ پر آ گئی تھی' بے تکلف ہاتھ سے کام لیتے تھے مگر ہاتھ کے بلند کرنے میں کسی قدر تکلیف ہوتی تھی۔" (ص ۲۲)

راقم الحروف (راجا رشید محمود) کو اس بات پر تعجب ہوا کہ احسن مرحوم نے "مرحبا" کی تذکیر و تانیث کا ذکر تو کیا ہے۔ "کاجل" کو نہیں چھیڑا۔ محسن نے لکھا:

نگاہیں مہر طلعت کے مقابل خیرہ ہو جاتیں
شبِ معراج اگر کاجل نہ ہوتی چشمِ اختر میں

اور احسن نے اسی طرح اپنی تخمیس میں بھی اسے نقل کیا:

خدا کی حکمتیں چشمِ عنایت گر نہ فرماتیں ۔۔۔ تو کیا نیرنگیاں انوارِ عالی کی نظر آتیں
نظر آنا تو کیسا' دیکھنے کی یہ سزا پاتیں ۔۔۔ "نگاہیں مہر طلعت کے مقابل خیرہ ہو جاتیں
شبِ معراج اگر کاجل نہ ہوتی چشمِ اختر میں"

جبکہ کاجل ہندی کا لفظ ہے اور مذکر ہے۔ خود محسن مرحوم کے صاحبزادے' مولوی نور الحسن نیر نے "نور اللغات" میں اسے مذکر لکھا ہے اور مثال میں یہ سندیں نقل کی ہیں۔

تیغ وہ تیز سامنے جو کہیں آنکھوں میں ۔۔۔ کاجل آنکھوں کا اڑنے پر نہ ہو پتلی کو خبر
(قدر)

چشم سرمست سے ناز میں کاجل پھیلا ۔۔۔ لب میگوں پہ مسی کی پڑی پھیکی رنگت
(ذوق)

خیر سے کاجل گھلا رہتا ہے اب تو ہر گھڑی ۔۔۔ اس بلا کو پالنا آنکھوں میں دیکھئے اچھا نہیں
(داغ)

امیر احمد بی اے علوی کاکوروی نے کلامِ محسن پر جو تبصرہ کیا اور اسے احسن مارہروی نے اختصاراً نقل کیا ہے' اس کی علمی وجاہت' موضوع سے مناسبت اور نعت گوئی پر محاکے کی صورت اس قابل ہے کہ وہ نعت پر کام کرنے والوں کے سامنے رہے لیکن چونکہ اس میں بطورِ خاص "نظمِ دل افروز" پر گفتگو نہیں کی گئی اس لئے اس پر مزید بات کرنا میرے موضوع سے مناسبت نہیں رکھتی۔

محسن کاکوروی کی نظم کے چند اشعار پر احسن مارہروی کی تضمین کی صورتیں نذرِ قارئین کرام ہیں

مدینے کی زمیں شاہِ دو عالم ﷺ کو پسند آئی
بنا کر اس کو دار السلطنت کی عزت افزائی
مگر تنہا عرب ہی تک نہیں یہ جلوہ فرمائی
"نبوت کا تجمل' اصطفا کی مسند آرائی
فلک کی ہفت اقلیم اور زمیں کے ہفت کشور میں"

جمالِ پاک کی دیکھی جو خوش روئی خوش اسلوبی
ندامت کے عرق میں ماہِ نو کی ناؤ تک ڈوبی

ملی کس مہر طلعت کو بجز احمد ﷺ کے یہ خوبی
"ہوا ہے اللہ اللہ مطلعِ انوار محبوبی
شرف کی پہلی منزل تھی بنی ہاشم کے اختر میں"

سبق پڑھتے تھے تنہا علم الاسماء کا آدم
ہوئے تھے لن ترانی سے کلیم اللہ بھی ملہم
مگر تیرے لئے اللہ نے اے سرورِ عالم ﷺ
"عیاں فرما کے نورِ علمک مالم تکن تعلم
کلامِ پاک کے تارے اتارے قلبِ انور میں"

بجا ہے فخرِ احمد ﷺ کو احد سے ربط بے حد کا
محافظ ہے وہی گنجینۂ نورِ مجرد کا
مگر رہتا کہاں تک بند قفل اک حرفِ ابجد کا
"تعجب کیا' معما کھل گیا گر میمِ احمد ﷺ کا
کہ ہے نیرنگ بے رنگی ہمیشہ رنگِ دیگر میں"

دو رنگی نے جو یک رنگی دکھائی عشقِ کامل میں
کھنچ آیا نقش یک جان و دو قالب ایک منزل میں
سمجھ کا پھیر ہے ہیں ورنہ دونوں ایک محفل میں
"کہ اس کا کعبہ اور اللہ اس کے کعبۂ دل میں
خدا ہے اس کے گھر اور وہ خدائے پاک کے گھر میں"

نہیں بے وجہ پہلے سورۂ الحمد قرآں میں
غرض یہ تھی رہے احمد ﷺ بھی شاملِ حمد سبحاں میں
کسی صورت سے ہو موجود ہے پیدا و پنہاں میں
"ترا اسمِ گرامی زیرِ بسم اللہ عنواں میں
ازل کے ہر صحیفے میں' ابد کے ہر رجسٹر میں"

منقش آیت الکرسی ہے جس پر' وہ نگیں تو ہے
کہاں من ذالذی یشفع جسے وہ بالیقیں تو ہے
نہیں قیدِ مکاں کوئی جہاں دیکھا وہیں تو ہے
"غرض ہر جا شفیع و رحمت اللعالمیں تو ہے
زمیں میں' آسماں میں' جنت الماویٰ میں' محشر میں"

بہت جوہر دکھائے سب نے اپنی قابلیت کے
ہزاروں نے لکھے لاکھوں مضامیں تیری مدحت کے
مگر آخر میں یہ کلمے سنے ہر ذی لیاقت کے
"وہ تیری مدح بس ہے جو لکھی خامے نے قدرت کے
نبوت کے صحائف میں خداوندی کے دفتر میں"

فشار قبر کے صدمے نہ کچھ اعضاء مرے سہتے
فرشتوں کے سوالوں سے نہ دل میں وسوسے رہتے
تمنا ہے کہ بیل آپ رحمت میں ترے بہتے
"نکیر و منکر آئیں قبر میں میری' یہی کہتے
کہ سو آرام سے یادِ خدا' حب پیمبر ﷺ میں"

صف محشر میں جب مجھ کو فرشتے لے چلیں آ کر
پڑے راہ عبادت سے نہ میرا اک قدم باہر
وضو لازم نہیں ہوتا سفر کی وجہ سے اکثر
"لگا دیں خاک پا ممدوح کی مداح کے منہ پر
تیمم کر کے داخل ہوں نماز صبح محشر میں"

میرے ذخیرۂ کتب میں شیخ الٰہی بخش محکانی لاہوری کا مرتبہ "مکمل گلدستہ حضرت محسن کاکوروی" بھی ہے جو پہلی بار 1342ھ میں اسلامیہ سٹیم پریس لاہور سے چھپا۔ ناشر شیخ جان محمد الٰہی بخش تاجران کتب اندرون شیرانوالہ دروازہ لاہور ہیں۔ اس میں سراپائے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مثنوی صبح تجلی مخمس نعتیہ، تضمین بطور مناجات۔ (اس کتاب میں یہ کسی عنوان کے بغیر شامل کی گئی ہے) رباعیات نعتیہ مدیح خیر المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم اور نظم دل افروز شامل ہیں۔

پہلے لکھا جا چکا ہے کہ "کلیات نعت محسن" (جو شاعر کے ایک صاحبزادے محمد نور الحسن نے مرتب کی ہے) میں "نظم دل افروز" کے 174 اشعار ہیں۔ دو اشعار کلیات میں شامل نہیں ہیں۔ کلیات میں بے احتیاطی کے سبب نظم کے آخری 19 اشعار نظم کے درمیان میں لگ گئے ہیں یہ دونوں غلطیاں "تخمیس" کے مطالعے سے ظاہر ہو گئیں اور اس کی تائید "مکمل گلدستہ حضرت محسن کاکوروی" سے بھی ہوتی ہے اور اشعار کی ترتیب میں غلطی کی تائید مزید ذوق بھی کرتا ہے۔ اس کے باوجود راقم نے درج ذیل چند وجوہ سے "مکمل گلدستہ" کو زیادہ اہمیت نہیں دی اور اس کے مجمل ذکر کو بھی موخر کرنا مناسب سمجھا ہے:

(۱) یہاں "نظم دل افروز" کے صرف 164 اشعار دیئے گئے ہیں۔ پہلے دو اشعار کے بعد درج ذیل تین اشعار غائب ہیں

نئی الفت کا بیٹھا درد ہو تقسیم اعضاء میں ۔ کہ بسم اللہ طفل اشک کی ہے دیدۂ تر میں
وصال و ہجر میں ہے بے قراری ایک حالت پر ۔ نہیں کیا اک گھڑی کا چین بھی میرے مقدر میں
خدا کے واسطے اے قیس کیوں مجھ کو ستاتا ہے ۔ نہ کہتا تھا کہ ہے کچھ کچھ مروت میرے دلبر میں

پھر ایک شعر کے بعد یہ ایک شعر بھی درج نہیں ہے:

جگہ دے مجھ کو میرے دل ربا کے غنچۂ دل میں
بہار اب کی برس رکھے مجھے زعفرانِ دیگر میں

آٹھواں شعر یہاں چوتھا ہے۔ درج ذیل نواں شعر بھی شامل نہیں کیا گیا:

کبھی ہے مشکل موزوں تیری ہر آئینۂ دل میں
ہر اک مصرع ترے قد کا ہزاروں بحر کی بر میں

درج بالا اشعار کے بارے میں تو سوچا جا سکتا ہے کہ یہ تمہید کے اشعار تھے مرتب نے انہیں مناسب نہیں سمجھا لیکن درج ذیل مزید اشعار بھی اس نسخے میں جگہ نہیں پا سکے۔

ہوا ہے اللہ اللہ مطلع انوار محبوبی ۔ شرف کی پہلی منزل تھی بنی ہاشم کے اختر میں
نگاہیں مہر طلعت کے مقابل خیرہ ہو جائیں ۔ شب معراج اگر کاجل نہ ہوتی چشم اختر میں
پڑھا ہاتف نے بسم اللہ سبحان الذی اسرا ۔ جب آیا خانہ زین براق برق پیکر میں
باستقبال آیا مرحبائے آدمؑ و عیسیٰؑ ۔ جو پہنچا خدمت والا پدر عالی برادر میں
ید بیضا چراغ طور سے روشن کیے دیتی ۔ کہ سجدے میں جھکا ہوگا اندھیرا راستے بھر میں
دعا یوسف کی اے ہر دلعزیز انجم بقربانت ۔ رہے پیراہن محبوب خالق تری بر میں
وہاں جلد آئے یارب جب ہوں پیش اعمال امت کے ۔ قریب عرش کرسی ہو تری دربار داور میں

(۲) پہلے ہی شعر (مطلع اول) کے دوسرے مصرعے "یہ مہمان عزیز اترا ہے کس اجڑے ہوئے گھر میں"......میں کس کے بجائے "کسی" لکھا ہے۔

(۳) "نظم دل افروز" کے متعلق حاشیے میں ہے کہ "یہ وہ مشہور نظم ہے جس پر بہت تضمینیں لکھی گئی ہیں جن میں سب سے مشہور "مخمس نعت نبی ﷺ" کے نام سے ہے یہاں غلطی سے تضمین نگار کا نام علی احسن کے بجائے "علی حسن" لکھا گیا ہے۔

راقم الحروف آخر میں محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے مولوی محمد محسن کاکوروی کے متعلق ان کے نواسے امیر احمد بی اے علوی کاکوروی کے چند فقرے نقل کرنا ضروری سمجھتا ہے کیونکہ یہی دولت ہر نعت گو کے لئے ماحصل حیات ہونی چاہیے۔

امیر احمد کہتے ہیں:

"محسن کو ایک اور نعمت بھی میسر تھی اور اسی کو ان کی مقبولیت کا اصلی راز سمجھو۔ اس

نعت سے مراد وہ کچی محبت ہے جو ان کو رسول عربی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ تھی اور اسی خلوص عقیدت کا ثمرہ ہے کہ جب نعت احمد (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کے لیے قلم اٹھاتے ہیں تو بوجہ اظہار جذبات میں صادق البیان ہونے کے الفت حبیب (صلی اللہ علیہ وسلم) میں ایسے مستغرق ہو جاتے ہیں کہ ان کی زبان سے جو لفظ نکلتا ہے وہ الہام کا نمونہ معلوم ہوتا ہے۔"

❖❖❖
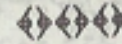
(مضمون ۲۰۰۳ء میں شائع ہوا)

عظیم نعت گو شاعر

علامہ ضیاء القادری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

عرفی مشتاب ایں رہ نعت است، نہ صحرا است
آہستہ کہ رہ بر دم تیغ است قلم را

حضور سرور کائنات، فخر موجودات ﷺ کی تعریف وثنا کے متعلق عام طور سے یہ کہا جاتا ہے کہ نعت گوئی تمام اصناف سخن سے زیادہ مشکل ہے اور کوئی راہ اس سے زیادہ دشوار گزار نہیں۔ حضور نور مجسم، رحمت عالم ﷺ کی ذات اقدس واطہر سے عشق ومحبت ایمان کا بنیادی جز ہے مگر محبت و ارادت کے ان جذبات کے اظہار کا یہ میدان بے حد عظیم اور وسیع ہے۔ اس میں ذات ممدوح کی عظمت وشوکت کا احساس بھی عنان گیر ہوتا ہے، اس بارگاہ بے کس پناہ کے آداب کا لحاظ بھی ہوتا ہے، جہاں اپنی آوازوں کو اونچا نہ کرنے کی الوہی ہدایت ہے، انسان کی کم علمی اور بے مائیگی بھی سد راہ ہوتی ہے کیوں کہ احمد مجتبیٰ علیہ التحیۃ والثناء کی تعریف میں خود خدائے عزوجل رطب اللسان ہے۔

غالب ثنائے خواجہ بہ یزداں گزاشتیم
کاں ذات پاک مرتبہ دان محمد ﷺ است

نعت کہنے میں ایک اور بڑی مشکل یہ ہوتی ہے کہ کہیں ارادت و عقیدت کے بہاؤ میں مدارج

افراط کا شکار نہ ہو جائے کیوں کہ نعت کی وسعت کی حدیں معبودِ حقیقی سے جا ملتی ہیں اور اس امر کا احساس و ادراک لازمی ہے کہ فکر و تخیل کی ذرا سی لغزش نعت کے بجائے حمد کی سرحد میں لے جا سکتی ہے۔ اسی طرح شاعر کو اس منزل سے گزرتے ہوئے اس کا بھی خیال رکھنا پڑتا ہے کہ کوئی ترکیب، کوئی اصطلاح، کوئی تشبیہ، کوئی استعارہ، مالک و مختار ﷺ کے علوِ مرتبت سے فروتر نہ ہو اور شعر میں محبوبِ مجازی کی تعریف کا عالم پیدا نہ ہو سکے۔ یعنی افراط کی طرح تفریط سے بھی پہلو بچانا پڑتا ہے۔ نعت گو کے لیے ضروری ہے کہ معبود اور محبوب کے نازک فرق کو بھی پیشِ نظر رکھے اور 'عبد' اور 'عبدہٗ' میں عبد کو بھی نگاہوں سے اوجھل نہ ہونے دے:

عبد دیگر ، عبدہٗ چیزے دگر
ما سراپا انتظار ، او منتظر

چناں چہ علمِ دین سے بے گانہ شخص کے لیے نعت گوئی واقعی بے حد مشکل کام ہے۔ جس شخص کو الوہیت کی حدوں، رسالت کی عظمت اور اپنی کم مائیگی کا شدید احساس نہ ہو اور خدا اور رسولِ خدا (ﷻ و ﷺ) کے احکام اس کے دل و دماغ پر مرتسم نہ ہوں، اس کے لیے اس راہ سے بخیریت گزرنا بہت ہی مشکل ہو جاتا ہے۔ یوں علمائے کرام ہی حقیقی معنوں میں نعت کہنے کے فرض سے بطریقِ احسن عہدہ برآ ہو سکتے ہیں۔

اس سلسلے میں سب سے اہم شخصیتیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ہیں۔ حضرت سیدنا ابوبکر صدیق، حضرت سیدنا علی المرتضیٰ، حضرت سیدنا عبداللہ بن رواحہ اور دیگر کئی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے نعتیہ اشعار منقول ہیں، مگر حضرت کعب بن زہیر اور حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے نعتیہ قصیدے بے حد مقبول ہیں۔ ان نعتوں کی خصوصیت یہ بھی ہے کہ یہ حضرت ممدوح کے حضور پڑھی گئیں اور حضور نبی کریم ﷺ نے انھیں پسند فرمایا۔ مثلاً حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کا یہ شعر:

خُلِقْتَ مُبَرَّأً مِنْ کُلِّ عَیْبٍ
کَأَنَّکَ قَدْ خُلِقْتَ کَمَا تَشَاءُ

"آپ کو تمام عیوب سے پاک پیدا کیا گیا، تحقیق آپ کو اس طرح پیدا کیا گیا، جس طرح آپ نے چاہا"---

غیر صحابی شعراء میں حضرت علامہ بوصیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا قصیدہ بردہ زبان زدِ خاص و عام ہے۔ حضرت سیدنا محی الدین جیلانی غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ خاندانِ رسولِ کریم کے خدام سے اپنی نسبت کو اپنے لیے باعثِ فخر و مباہات گردانتے ہیں:

کمینہ خادمِ خدامِ خاندانِ تو ام
ز خادمیٔ تو دائم بود مباہاتم

حضرت فریدالدین عطار، مولانا جلال الدین رومی، مولانا عبدالرحمٰن جامی، مولانا قدسی، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، شیخ عبدالحق محدث دہلوی اور علامہ فضلِ حق خیر آبادی (رحمہم اللہ تعالیٰ) نے عربی و فارسی میں سرکارِ دو عالم ﷺ کے حضور ہدیۂ عقیدت و ارادت پیش کیا، جس پر اہلِ عشق و محبت آج بھی سر دھنتے ہیں۔ امام ابو حنیفہ، خواجہ معین الدین چشتی، ابن عربی، بو علی قلندر پانی پتی، امیر خسرو، خواجہ گیسو دراز (رحمہم اللہ تعالیٰ) کا نعتیہ کلام سرکار ﷺ کے نام لیوا اب بھی وردِ زبان رکھتے ہیں۔

اردو میں مولانا کفایت علی کافی کی نعتوں میں سوز کی کیفیتوں کی جاذبیت ہے۔ اس زبان میں اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی نعتیہ شاعری سنگِ میل کی حیثیت رکھتی ہے، بلکہ منارۂ نور ہے۔ 'حدائقِ بخشش' میں رضا بریلوی نے محاسنِ شعری کے گل بوٹوں پر عقیدت کے جو رنگا رنگ پھول کھلائے ہیں، وہ صرف انھی کا حصہ ہے۔

مولانا بریلوی کے بعد جس شاعر نے نعت کو اپنی زندگی کا حاصل سمجھا اور سرکار ﷺ کی مدح گوئی کو یوں شعار کیا کہ ان کے بغیر نعت کی تاریخ مرتب نہیں ہو سکتی، وہ مولانا یعقوب حسین ضیاء القادری بدایونی تھے۔ برِصغیر پاک و ہند کے چوٹی کے شعرا نے علامہ ضیاء القادری سے اکتسابِ فیض کیا۔ شکیل بدایونی، ناہر القادری، تابش قصوری، محشر بدایونی، اختر الحامدی، نسیم بستوی، بحرا اکبر آبادی اور طالب انصاری ان کے ممتاز شاگرد ہیں۔

ضیاء القادری نے ہزار ہا نعتیں کہیں، سیکڑوں طویل اور مختصر نظمیں لکھیں، سیکڑوں مناقب پیش کیں۔ ان کا بیشتر کلام سالہا سال تک ان کے اپنے نام کے بجائے 'شاعرِ آستانہ' کے نام سے بھی آستانہ دہلی میں چھپتا رہا۔ مصورِ فطرت خواجہ حسن نظامی نے موصوف کے نعتیہ مجموعہ 'تجلیاتِ نعت' کے دیباچہ میں لکھا:

"جب خدا نے دیکھا کہ لامذہبیت کا طوفان اٹھ رہا ہے، بے دینی کا تسلط دلوں پر ہوتا جا رہا ہے تو اس نے ایک ایسا شاعر پیدا کر دیا جو اس بے دینی اور لامذہبیت کے دور میں خدا اور رسول (ﷻ و ﷺ) کا پیغام دنیا کو پہنچائے اور خدا نے اس شاعر کے کلام میں ایسا درد دیا ہے کہ پتھر سے پتھر دل رکھنے والا بھی اس شاعر سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔ یہ شاعر کون ہے؟ ان کا نام ضیاء القادری ہے"---

رہبرِ شریعت اور مشہور شاعر انصار الہ آبادی، علامہ ضیاء القادری کی کتاب 'مناقب' 'ستارۂ چشت'

کی تقریظ میں لکھتے ہیں:

''علامہ ضیاء القادری تمام اصنافِ سخن پر یکساں قدرت رکھتے ہیں۔ قصیدہ، حمد، نعت، منقبت، سلام، رباعی، تاریخ، غزل وغیرہ میں عجیب عجیب قیامت خیز کمالات دکھاتے ہیں اور ہر شعر میں بندشیں چست، زبان سلیس، جذباتِ مقدسہ کا بے پناہ سیلاب، الفاظ ترشے ہوئے نگینے، کہیں شبِ اسریٰ کی ارتقائی منازل، کہیں کوثر کے مشک بو چھینٹے، کہیں شبِ ہجرت کا سہانا عکس، کہیں کالی کملی میں برقِ ایمن کی شعاعیں، کہیں نغمۂ 'لَوْلَاکَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاک' کی گونج، کہیں گنجینۂ معنی، کہیں اسرارِ معرفت، غرض ہر شعر ایمانی جذبات و محسوسات کا ایسا رنگین اور جامع مرقع و نمونہ ہے، جس کی کما حقہ مدح کے لیے الفاظ نا مساعد ہیں۔ 'شاعری جزویست از پیغمبری' ایسے ہی نعت گو حضرات کا ازلی حق ہے۔ یوں تو ہر شاعر بزعمِ خود نعت گوئی کا دعوے دار ہے لیکن

'ایں سعادت بزورِ بازو نیست''---

'مرقع یادگارِ شہادت' حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے واقعات پر مشتمل ضیاء القادری کی ایک طویل نظم ہے، جس میں انھوں نے حادثہ کرب و بلا کو نہایت حزم و احتیاط اور ادب و احترام کے ساتھ پیش کیا ہے۔ نظم کتابی سائز کے ۲۴۰ صفحات میں ہے، اس کتاب کی تقریظ کے طور پر مولانا عبدالحامد بدایونی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے علامہ کی شخصیت کے بارے میں یوں اشارات کیے ہیں:

''علماء و مشائخ اور اربابِ علم و ادب یکساں طور پر ان کی نظموں سے لطف اندوز ہوتے ہیں۔ مولانا ضیاء القادری محض ایک کامیاب شاعر ہی نہیں بلکہ علم و ادب اور فنِ تاریخ میں بھی خاص درک اور مہارت رکھتے ہیں''---

شاعرِ اہلِ سنت ۲؍ جون ۱۸۸۳ء (۲۲؍ رجب ۱۳۰۰ھ) کو بدایوں میں پیدا ہوئے، چار سال کی عمر میں والدین کا سایۂ عاطفت سر سے اٹھ گیا، اس لیے تربیت کا انتظام غالب و مومن کے شاگرد اسیر بدایونی نے کیا۔ انھوں نے قرآن مجید پڑھا، فقہ و تفسیر اور احادیث کی کتابیں پڑھیں، چودہ سال کی عمر میں آپ نے عالمانہ استعداد حاصل کر لی۔ دس سال کی عمر میں شعر کہنا شروع کیا اور زندگی بھر اسے اوڑھنا بچھونا بنائے رکھا۔ مولانا عبدالحکیم شرف قادری اپنی تصنیف لطیف 'تذکرۂ اکابر اہلِ سنت' میں لکھتے ہیں:

''مولانا ضیاء القادری نہایت خلیق اور سراپا درد بزرگ تھے۔ ایثار و خلوص کی جیتی جاگتی تصویر تھے، نیک، پسند اور شگفتہ مزاج تھے، ظاہری شان و شوکت سے آپ کو کوئی لگاؤ نہ تھا تقویٰ و پرہیزگاری میں سلف کا بہترین نمونہ تھے''---

۱۹۴۸ء میں آپ کو زیارتِ حرمین شریفین کی سعادت حاصل ہوئی اور آپ کو یہ امتیاز حاصل ہوا کہ پاکستان کے سب سے پہلے حاجی تھے۔ ۱۵؍ اگست ۱۹۷۰ء (۱۲؍ جمادی الاخریٰ ۱۳۹۰ھ) کو آپ کا وصال ہوا۔ مزار فیڈرل ایریا کراچی میں ہے۔

میں پہلے بھی عرض کر چکا ہوں کہ جب تک کوئی شخص قرآن و سنت کی روح کو نہ سمجھتا ہو، مقامِ محبوبیت کو پہچاننے کی صلاحیت سے بہرہ مند نہ ہو، نعت کہنے کا اہل نہیں ہو سکتا۔ ایک فرد جو بنیادی طور پر طبع رسا بھی رکھتا ہو، سرکار ﷺ سے محبت اور عشق اس کی زندگی کا منتہائے مقصود ہو، وہ علمِ دین میں ادراکِ کامل بھی رکھتا ہو، صرف وہی اللہ تعالیٰ کی اس سنت پر عمل پیرا ہونے کے قابل ہے اور علامہ ضیاء القادری، اللہ تعالیٰ کے فضل اور حضور (ﷺ) کے کرم سے ان صفات سے پوری طرح متصف تھے۔ ان کے روحانی پیشوا احمد رضا بریلوی علیہ الرحمہ نے کہا تھا:

قرآن سے میں نے نعت گوئی سیکھی
یعنی رہے احکامِ شریعت ملحوظ!

ضیاء القادری نے پوری طرح اس روش کو اپنایا اور قرآن و حدیث کو اپنے افکار کی اساس ٹھہرایا۔ جہاں انھوں نے حضور پرنور ﷺ کی بشریت کا ذکر کر کے ابنِ آدم کو اس کا مقام یاد دلایا کہ:

جب آپ نے 'اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ' کہا
انساں کو احترام کے قابل بنا دیا

وہاں حبیبِ کبریا ﷺ کے بے مثل ہونے کے متعلق حدیثِ پاک کی طرف اشارہ کرتے ہیں:

مخاطب ہے جہاں، ورد زباں ہے 'اَیُّکُمْ مِثْلِیْ'
وجود پاک ہے بے مثل و بے ہمتا محمد ﷺ کا

حضور ﷺ کا ارشاد ہے 'جس نے مجھے دیکھا اس نے خداوند کریم کو دیکھا'۔ ضیاء القادری کہتے ہیں:

اگر کشفِ رموزِ 'مَنْ رَاٰنِیْ' کی تمنا ہے
نظر رکھے خدا پر دیکھنے والا محمد ﷺ کا

اسی نعت کے چند اور اشعار ملاحظہ ہوں:

وہ کملی اوڑھ کر بھی چودھویں کے چاند کہلائے
لقب قرآں میں ہے مزمل و طٰہٰ محمد ﷺ کا

'فَــوَلِّ وَجْهَکَ' فوراً ہی فرمایا محبت سے
خدا نے دیکھ کر رخ جانبِ کعبہ محمد ﷺ کا
کھلا یہ راز آیاتِ 'فَتَـرْضٰـی' کی تلاوت سے
وہ ہے اللہ کی مرضی ، جو ہے منشا محمد ﷺ کا
علوئے منزلت 'وَ اللّٰـــهُ اَعْـلَــمْ' اور کیا ہوگی؟
ہے خلوت گاہِ 'اَوْ اَدْنٰـــی' مقامِ ادنیٰ محمد ﷺ کا۔

سرکار ﷺ پر نبوت کی تکمیل ہو گئی، ابد تک حضور ﷺ ہی کی شریعت انسانیت کی فلاح و بہبود کی ضامن ہے۔ ملاحظہ کیجیے کہ ہمارے شاعر اس حقیقت کو قرآن کے حوالے سے کتنی سلاست سے بیان کرتے ہیں:

علم بردارِ 'اَتْـمَـمْـتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ' تو ہے
اُڑے گا تا ابد پرچم ترے دینِ مکمل کا

محبوب خدا ﷺ خالق و مالک کے مظہرِ اتم ہیں تو ان کی مثال اور نظیر کس طرح ممکن ہے:

مظہرِ 'لَیْــسَ کَـمِـثْلِـهٖ' ہے تری شانِ جمال
تو وہ یکتا ہے ، کوئی تیرا مماثل نہ ہوا

خداوند قدوس نے اپنے پیارے رسول ﷺ کے ہاتھ کو اپنا ہاتھ قرار دیا۔ دیکھیے، اس سے شاعر بے نواؤں کو کیا مژدہ سناتے ہیں:

'یَــدُ الـلّٰــهِ فَوْقَ اَیْدِیْهِمْ' کے معنی ہم تو یہ سمجھے
ہے دستِ بے نوا دستِ حسینِ عرش مسکن میں

قرآن پاک کی زبان میں معراج النبی ﷺ کا حوالہ سنیے:

شبِ اسریٰ تمھاری شان 'سُبْحٰنَ الَّذِیْ اَسْرٰی'
شہنشاہِ سریر آرائے 'قَــوْسَیْــن وَدَنٰـــی' تم ہو

جب خود خدا اپنے محبوب کے ذکر کو بلند کرنے کا اعلان کرے تو حضور ﷺ کی رفعت شان کا ادراک کس طرح ممکن ہے:

کہتا ہے خدا بھی 'وَ رَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَکَ'
ہو کس سے بیاں رفعتِ سلطانِ مدینہ ﷺ

خدا و مصطفیٰ (ﷻ و ﷺ) کے راز و نیاز کے خاص وقت کے بارے میں ضیاء القادری

حدیث پاک کی طرف اشارہ کر کے کہتے ہیں:

مقامِ 'لِیْ مَعَ اللّٰــهِ' ہے، خدائی۔ بے خبر جس سے
جدا حدِّ خرد سے ، حدِّ استغراقِ احمد ﷺ ہے

علامہ ضیاء القادری علیہ الرحمہ کے دو ضخیم نعتیہ دیوان میرے پاس ہیں 'خزینۂ بہشت' اور 'تجلیات نعت'۔ ان کے علاوہ بے شمار جرائد میں ان کا نعتیہ کلام موجود ہے، ابھی بہت سا کلام طباعت کے مراحل سے نہیں گزر سکا۔ مدحت مصطفیٰ ﷺ کے ان دفاتر میں ہزاروں جواہر ریزے ہیں۔ بس ایک شعر پیش کرتا ہوں، جس میں محض ایک جلوے کی خاطر کوہ سینا کی تقدیس کے ذکر اور اصل ذات کے ساتھ وصال کے وقت نقشِ پا کی رفعت کا موازنہ ہے:

'فَاخْلَعْ نَعْلَیْکَ' کا موسیٰ کو ہے طور پہ ارشاد باری
خود عرش لیے سر پر ان کی نعلینِ کفِ پا ہوتا ہے

مولانا ضیاء القادری کی زندگی نعت رسول مقبول ﷺ سے عبارت تھی۔ آپ کے برادر زادہ اور شاگرد شکیل بدایونی کہتے ہیں:

"حفیظ جالندھری کے 'شاہ نامہ اسلام' سے متاثر ہو کر میں نے جشن میلاد میں پڑھنے کے لیے علامہ سے ایک نظم کی فرمائش کی، دو دوسرے ہفتے انھوں نے چار سو اشعار کا یہ مجموعہ میرے حوالے کر دیا"۔۔۔

'شاہ نامہ اسلام' کی زمین میں کہی گئی یہ نظم آستانہ بک ڈپو دہلی نے 'نغمۂ ربانی' کے نام سے کتابی صورت میں شائع کر دی۔ صبح ولادت کے متعلق دو اشعار ملاحظہ فرمایئے:

چمن آرائیاں تھیں دید کے قابل زمانے کی
خوشی تھی ہادیٔ اسلام کے دنیا میں آنے کی
یہ قدرت رضاکارِ نظامِ خیر مقدم تھا
زمیں بوسِ حریمِ آمنہ ہر ایک عالم تھا

علامہ ضیاء القادری کی قادر الکلامی، جدتِ مضامین اور ندرتِ بیان کی کیا تعریف کی جائے؟ حیرت تو اس بات پر ہے کہ وہ جتنے پرگو تھے، اس کے بعد اتنے محاسن سخن کے متعلق سوچا بھی نہیں جا سکتا، جس قدر محاسن وہ اپنے کلام میں پرو لاتے ہیں۔ ان کا نعتیہ کلام حسن تغزل کا خوب صورت اظہار ہے، وہ عبادت سمجھ کر نعت کہتے ہیں۔ ندرت کلام اور جودت فکر کی مثالیں جا بجا ملتی ہیں، وہ عام طور سے نئی نئی زمینوں اور خوب صورت ردیفوں اور قافیوں میں مدحِ حبیب کبریا ﷺ

کرتے ہیں۔ اعلیٰ حضرت بریلوی کی ایک زمین میں لکھتے ہیں:

تا عرش بے حجاب بلائے گئے حضور ﷺ
پردہ تھا یہ کہ جن و بشر کو خبر نہ ہو

جگر مرادآبادی کی مشہور نعت اک رند ہے اور مدحت سلطانِ مدینہ کی زمین میں ان کی نعت ہے:

اخلاق کا خاکہ ہے، فضائل کا مرقع
قرآن ہے اک سیرتِ سلطانِ مدینہ
رگ رگ میں حیاتِ ابدی بن کے سما جا
اے ذوقِ غمِ فرقتِ سلطانِ مدینہ

کیفی ٹونکی کی زمین میں محبت کے پھول کھلتے ملاحظہ کیجیے:

خود مصور نے جو صورت ہے سنواری ساری
پیکرِ حسن ہے تصویر تمھاری ساری

غالب کا تتبع دیکھیے:

اوجِ کلسِ گنبدِ خضرا کے تصدق!
ہے تاج بر عرشِ معلیٰ مرے آگے
میں ہوں درِ سلطانِ دو عالم ﷺ کا بھکاری
ہے ریگِ رواں، دولتِ دنیا مرے آگے

صنائع و بدائع کا حسن دیکھنا ہو، سرکار ﷺ کا پیار پانا ہو، محبت کی دنیا کی سیر کرنا ہو تو ضیاء القادری کی نعتیں پڑھیے:

ہو لبِ خشک و چشمِ تر کو نوید
دل میں سلطانِ بحر و بر ﷺ آیا

سلطانِ دو عالم ﷺ کی حیاتِ طیبہ کے مختلف اوراق کو دو دو مصرعوں میں بیان کر دیا ہے، تلمیحات و استعارات اور تشبیہات کے استعمال میں کمالِ فن کا مظاہرہ کیا ہے:

تم نے شہیدِ عشق عمر (رضی اللہ عنہ) کو بنا دیا
قاتل نظر ملاتے ہی قاتل نہیں رہا

زندگی انھوں نے ثنائے سرکار ﷺ میں گزار دی، اس پر انھیں بجا طور پر افتخار ہے۔ آخر اللہ کریم جل جلالہ کی سنت پر عمل کرنا، حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے نقشِ قدم پر چلنا اور دوسرے

بزرگانِ دین کی پیروی لائقِ ابتہاج و افتخار کیوں نہ ہو!

ثنائے سرکار مشغلہ ہے، یہی عمل ہے، یہی صلہ ہے
سوائے نعتِ رسولِ والا، ضیا نہ کچھ اور ہم سے آیا

عدمِ سایۂ حضور ﷺ پر تقریباً ہر شاعر نے مضمون آفرینی کی ہے۔ ضیاء القادری کہتے ہیں:

چھپا کر رکھ لیا تھا آنکھ کی پتلی میں حوروں نے
نظر آتا کسے اے نورِ حق، سایہ ترے تن کا

تخیل و فکر پرواز اور الفاظ و تراکیب پر ان کی گرفت کی ایک مثال:

مصحفِ رخ میں ہیں آیاتِ رکوع و سجدہ
نقشِ محرابِ حرم ہیں خط و خالِ محبوب

ضیاء القادری کبھی مدینہ پہنچنے کی خواہش کا اظہار کرتے ہیں، کبھی اس ساعت خوش کو یاد کرتے ہیں جب وہ اس سعادت سے مشرف ہوئے تھے۔ کبھی وہ محبوبِ خدا ﷺ کے سراپائے بے مثل کا ذکر فرماتے ہیں، کبھی امت پر آقا ﷺ کے الطاف و اکرام کا۔ کبھی خداوند کریم کی اپنے محبوب ﷺ سے محبت کی بات چھیڑتے ہیں، کبھی سرکار ﷺ کی شفاعت طلب کرتے ہیں۔ کبھی انسانیت کے محسنِ اعظم ﷺ کے احسانوں کا تذکرہ ہوتا ہے، کبھی حضور ﷺ کے معجزات کا اور کبھی ان کے بے مثیل و بے نظیر و عدیل ہونے کا:

معدوم ازل ہی سے ہوئی صورتِ ثانی
کھینچا گیا جب آپ کی صورت کا مرقع

ہر مسلمان کی طرح انھیں بھی حضور ﷺ کی رحمت ہی سے بخشش کی امید ہے:

کریم! دیکھ کے رحمت نمایاں تیری
گناہ گار کو اندیشۂ عذاب نہیں
بخشش کا بھی مژدہ ہے، شفاعت کا بھی وعدہ
انداز عطا اور، عنوان کرم اور

مدینہ طیبہ میں حاضری کے لیے اپنی روح کی تڑپ کو الفاظ کا روپ دیتے ہیں:

کاش پیغام طلب آئے مدینہ سے کبھی
روز و شب ہے بے خودی میں، گوش بر آواز روح

معجزاتِ رسول اکرم ﷺ کا ذکر بھی نئے نئے انداز سے پیش کرتے ہیں:

تھی مسیحائی لبوں میں ، رخ میں تھا نورِ خدا
معجزہ تھی ہر ادائے رحمۃ للعالمیں ﷺ

ضیاء القادری کہتے ہیں کہ جب پرسشِ اعمال ہوگی تو میرے پاس نعت مصطفیٰ ﷺ کے پھول ہوں گے (اور ظاہر ہے کہ ان شاء اللہ العزیز وہ کافی ہوں گے)

کریں گے حشر میں جب تبصرہ اعمال پر قدسی
ضیاؔ گل ہائے نعتِ مصطفیٰ دامن سے نکلیں گے

مولانا یعقوب حسین ضیاء القادری نے بدایوں سے کراچی اور کراچی سے مکہ معظمہ تک کا منظوم سفرنامہ لکھا جو 'دیارِ نبی' کے نام سے چھپ چکا ہے۔ اس سفرنامے کے مطالعے سے جہاں ان کی قادرالکلامی کے اعلیٰ نمونے سامنے آتے ہیں، وہاں آدمی خود اپنے آپ کو اس مقدس فضا میں محسوس کرتا ہے اور وہ اپنے قاری کو اپنے ساتھ دیارِ نبی کی زیارت کراتے ہیں۔

۲۲۸ صفحات کی اس کتاب میں مختلف مقامات کی عظمتوں اور خصوصیتوں کے تذکرے ہیں، احباب اور ملاقاتیوں کا ذکر ہے، جذبات و احساسات ہیں، ذوقِ سخن کی بلندی ہے، محبت ہے اور عشق ہے۔ ڈیڑھ سو صفحوں کی ایک اور کتاب 'ستارۂ چشت' میں انھوں نے سلسلہ چشتیہ کے قریباً تمام بزرگوں کی منقبتیں لکھی ہیں، ان کے کلام میں خلفائے راشدین اور دوسرے بزرگانِ دین اور اولیاء کرام کی بے شمار منقبتیں ہیں، جو عقیدت کا اظہار بھی ہیں اور فن کے شاہکار بھی۔ 'مرقع یادگارِ شہادت' واقعہ کرب و بلا کی جزئیات کے ساتھ ایک طویل نظم ہے، جس میں واقعات کی صحت کا ایک عالمِ دین ہونے کی حیثیت سے بطورِ خاص خیال رکھا گیا ہے۔ ان کی ایک اور کتاب 'تاریخ اولیائے حق' بھی میرے پیشِ نظر ہے، جس میں انھوں نے مختلف اولیائے کرام کا منظوم اور منثور تذکرہ کیا ہے۔

غرض علامہ ضیاء القادری کی فکر رسا نے محبوب کبریا علیہ التحیۃ والثناء اور ان کے ساتھیوں اور نام لیواؤں کا دامن تھاما اور تمام عمر اس کو ہاتھ سے نہ جانے دیا۔ اس لحاظ سے آج بھی صحیح العقیدہ مسلمانوں اور نعت گو شاعروں کے لیے ان کا وجود مشعلِ راہ ہے:

مشعلِ راہِ ہدایت ہو نہ کیوں میرا وجود!
ہے ضیاؔ شمعِ حرم کی مرے کاشانے میں

حفیظؔ جالندھری کا تخصص

فردوسیِ اسلام خالقِ ترانۂ پاکستان ابوالاثر حفیظؔ جالندھری بہت بڑے نظم نگار تھے، بہت اچھے گیت نویس تھے نامور غزل گو تھے مگر اس کے ساتھ ساتھ صاحبِ طرز نعت گستر اور سیرت نگار بھی تھے۔ پروفیسر رگھوپتی سہائے فراقؔ گورکھپوری لکھتے ہیں:

''حفیظؔ جالندھری کی شاعری نے جن خوبیوں کی وجہ سے لوگوں کو اپنی طرف کھینچا ان میں سب سے زیادہ نمایاں خوبی ان (کی) نظموں کا سنگیت اور ترنم تھا...... موسیقی اور شاعری گیت اور نظم ترانہ اور ادب کا ایسا میل پہلے دیکھنے میں نہ آیا تھا۔'' (۱)

پطرس بخاری نے حفیظؔ کے اولین مجموعۂ کلام ''نغمہ زار'' کے دیباچہ اول میں لکھا:

''(حفیظ) کے قلم کی ایک بے پروا جنبش سے موسیقی کی روح کانپ کر بیدار ہو جاتی ہے۔ قدرت کی رنگینیاں تصویریں بن بن کر آنکھوں کے سامنے آتی ہیں' غائب ہو جاتی ہیں اور لطافت اور نزاکت کا جھلملاتا ہوا لباس پہن کر رقص کرنے لگ جاتی ہیں۔'' (۲)

سر شیخ عبدالقادر نے ''شاہنامۂ اسلام'' جلد اول کی ''تقریب'' میں کہا:

''ابوالاثر نے جس دن سے نظم کی بانسری بجائی ہے اس بانسری سے طرح طرح کے راگ نکلتے ہیں'' (۳)

ڈاکٹر محمد اسماعیل آزاد فتحپوری نے حفیظ کی نظموں کے دو مجموعوں ''نغمہ زار'' اور ''سوز و ساز'' کا ذکر کرتے ہوئے ان کی غزلوں میں سوز و گداز کی فراوانی کا ذکر کیا ہے (۴) حفیظ نے اپنے ایک مجموعۂ کلام ''تلخابۂ شیریں'' کے دیباچے میں لکھا ہے کہ نغمہ زار ۱۹۲۵ء میں 'سوز و ساز ۱۹۳۳ء میں اور تلخابۂ شیریں ۱۹۴۶ء میں چھپا۔ (۵)

میرے پاس حفیظؔ کی کشمیر پر نظموں کا ایک مجموعہ ''بزم نہیں رزم'' بھی ہے۔ ۱۴۴ صفحات کے اس مجموعۂ نظم میں ۳۳ منظومات ہیں۔ (۶) ڈاکٹر محمد دین تاثیر نے ''شاہنامۂ اسلام'' جلد دوم کے مقدمے بعنوان ''معیار'' کے آخر میں لکھا:

''شاہنامۂ اسلام میں وہ سب کچھ ہے جو رزمیہ نظموں میں ہوتا ہے...... وہ دل بہت ہی سنگین ہوگا جسے یہ آتشیں تیر نہ برما سکیں۔'' (۷)

گوہر ملسیانی (۸) اصغر حسین خاں نظیر لودھیانوی (۹) اور سید محمد قاسم نے حفیظ کا سن پیدائش ۱۹۰۰ء لکھا ہے (۱۱) ڈاکٹر رفیع الدین اشفاق نے یہی تاریخ نقل کی ہے (۱۲) البتہ آزاد فتحپوری نے رسالہ "ہماری زبان" (۸ فروری ۱۹۸۳ء۔ جلد ۴۲۔ شمارہ ۶) کے حوالے سے "یکم جنوری ۱۹۰۰ء" لکھ دی ہے جو درست نہیں۔ (۱۳) ڈاکٹر ریاض مجید نے صرف قمری سن ۱۳۱۷ھ لکھا ہے (۱۴) جبکہ صحیح قمری تاریخ ۱۲ رمضان ۱۳۱۷ھ بنتی ہے (۱۵)

حفیظ کا انتقال ۲۱ دسمبر ۱۹۸۲ء کو ہوا۔ آزاد فتحپوری نے اس کی قمری مطابقت (۴ ربیع الاول ۱۴۰۳ء) بھی تحریر کی ہے۔ (۱۶)

حفیظ نے زندگی میں کئی کام کیے لیکن رسالہ "اعجاز" کا ذکر ان کے تذکروں میں نہیں ملتا۔ "بزم نہیں رزم" کے دیباچے "وصیت" میں انھوں نے خود اس کا ذکر کیا ہے کہ ۱۹۲۱ء میں یہ رسالہ جالندھر سے نکالا پھر وہ اسے لاہور لے آئے (۱۷)

اس حقیقت کا اظہار ہم آغاز ہی میں کر چکے ہیں کہ پاکستان کا ترانہ حفیظ ہی کی تخلیق ہے۔ (۱۸)

حفیظ کی نظمیں "رقاصہ"، "ابھی تو میں نوجوان ہوں" عرصے تک زبان زد خاص و عام رہیں۔ لیکن ان کا زندۂ جاوید کارنامہ "شاہنامۂ اسلام" ہے۔ اس کی پہلی جلد ۱۳۴۷ھ میں مکمل ہوئی تھی (۱۹) آزاد فتحپوری نے لکھا ہے کہ پہلی جلد ۱۹۲۹ء میں، دوسری ۱۹۳۳ء میں، تیسری ۱۹۳۹ء میں اور چوتھی ۱۹۴۷ء میں چھپی (۲۰) راقم السطور (راجا رشید محمود) نے اپنی تالیف "پاکستان میں نعت" میں لکھا تھا کہ جلد اول میں مثنوی کے ۱۹۹۱ اشعار اور ایک سلام ہے۔ جلد دوم میں ۲۰۸۵، سوم میں ۱۹۲۵، چہارم میں ۱۸۶۷ اشعار ہیں۔ ان چار جلدوں میں جنگِ خندق تک کے واقعات ہیں۔ شاہنامۂ اسلام کی پانچویں جلد کا اعلان کیا جاتا رہا لیکن اس کی نوبت نہیں آئی۔ (۲۱)

"شاہنامۂ اسلام" مثنوی کی ہیئت میں پہلی منظوم سیرت النبی ﷺ نہیں ہے۔ قدرتی کی "قصص الانبیاء" کا سن تصنیف ۱۰۹۵ھ ہے۔ نصیر الدین ہاشمی نے "دکن میں اردو" (ص ۲۰۳) میں اس مخطوطے کا ذکر کیا ہے۔ شاہ محبوب عالم جیون کی "دردنامہ" ۱۱۳۰ھ/۱۷۲۰ء میں لکھی گئی۔ اس مخطوطے کا ذکر "پنجاب میں اردو" (ص ۱۹۱) اور "اردو شہ پارے" جلد اول (ص ۳۵۶) میں ہے۔ ڈاکٹر گیان چند نے "اردو مثنوی شمالی ہند میں" جلد اول (ص ۱۷) اور

پروفیسر یونس شاہ نے "تذکرۂ نعت گویانِ اردو" جلد اول (ص ۱۹۴) میں بھی اس کا ذکر کیا ہے۔ میر فیاض ولی ویلوری کی "روضۃ الانوار" ۱۱۵۹ھ میں لکھی گئی۔ نصیر الدین ہاشمی کی "دکھنی کے چند تحقیقی مضامین" (ص ۴۸) کے حوالے سے ڈاکٹر ریاض مجید نے اپنے مقالے میں اس کا ذکر کیا ہے (اردو میں نعت گوئی۔ ص ۲۴۱)

۱۹ ہزار اشعار پر مشتمل نوازش علی شیدا کی "اعجازِ احمدی" ۱۱۸۷ھ کی تصنیف ہے۔ ڈاکٹر رفیع الدین اشفاق نے "اردو میں نعتیہ شاعری" (ص ۱۸۹) اور پروفیسر یونس شاہ نے "تذکرۂ نعت گویانِ اردو" جلد اول (۲۵۱) میں اس کے مخطوطے کا ذکر کیا ہے۔ محمد باقر آگاہ کی "مجموعۂ ہشت بہشتِ معنوی"۔ قاضی غلام قاسم مہری کی "عروس المجلس"۔ قاضی غلام علی مہری کی "مصباح المجالس"۔ سید محمد عبدالرزاق کلاگی رائے بریلوی کی "گوہر مخزوں" نواب علی قاضی کی "رسول کریم ﷺ" سید منیر علی جعفری کی "تاریخ اسلام" جلد اول، سید شمس الحق بخاری کی "مثنوی جمال محمد ﷺ" کلاگی رائے بریلوی کی "حسام الاسلام" منظور حسین منظور کی "جنگ نامۂ اسلام" بھی مثنوی کی صنف میں کہی گئی منظوم سیر تیں ہیں جن کا تفصیلی ذکر راقم الحروف اپنے مجموعۂ نعت "سیرتِ منظوم بصورتِ قطعات" کی تقدیم میں کر چکا ہے (۲۲) لیکن حفیظ کی چار جلدوں پر مشتمل مثنوی اپنی شائستگی، صلابتِ بیان اور محاسنِ شعری کے ساتھ ساتھ بڑی حد تک تاریخی اعتبار سے مسلمہ حقائق و واقعات کا تخصص رکھتی ہے۔

ڈاکٹر انور سدید نے اس کے متعلق کہا:

"حفیظ نے سیرت کے جملہ پہلوؤں سے اخلاقی نتائج اخذ کیے ہیں اور خیر البشر (ﷺ) کو ایک ایسے انسان کی صورت میں پیش کیا جس کی تقلید سے ہر زمانہ اخلاقی، معاشرتی، سیاسی اور اقتصادی کامرانی حاصل کر سکتا ہے۔ حفیظ کے جذبات میں سلیقہ اور اظہار میں شائستگی ہے" (۲۳)

گوہر ملسیانی لکھتے ہیں:

"وہ حیاتِ طیبہ کے ان پہلوؤں کو خاص طور پر اپنے تخیل کی پرواز اور مرقع نگاری کے حسن سے مزین کر کے پیش کرتے ہیں جن میں زندگی کی تگ و تاز اور انسانیت کے لیے عملی نمونے ہیں۔" (۲۴)

ڈاکٹر آفتاب احمد نقوی شہید نے لکھا: "شاہنامہ میں نعت و سیرت کے مضامین یکجا ہی

نہیں ملتے' یک جان و یک قالب کے روپ میں ڈھلتے ہوئے محسوس ہوتے ہیں۔''(۲۵)

نظیر لودھیانوی اور سید محمد قاسم نے البتہ شاہنامۂ اسلام کے بارے میں جو کچھ لکھا ہے اس سے مترشح ہوتا ہے کہ کتاب ان کی نظر سے نہیں گزری(۲۶)

ڈاکٹر رفیع الدین اشفاق نے ۱۹۵۵ء میں ناگپور یونیورسٹی سے اردو میں نعتیہ شاعری کے موضوع پر پی۔ایچ۔ڈی کی ڈگری حاصل کی۔ وہ اپنے مقالے میں لکھتے ہیں:

''حفیظؔ کا تخیل سیرتِ پاک سے متعلقہ ہر بیان کے ساتھ شانِ محمدی ﷺ کے جلوے دکھانے کی فکر میں رہتا ہے اور وہ وصفِ رسول (ﷺ) ہی کے گُن گاتا ہے اور اس میں ایسے مضامین پیدا کرتا ہے جو تعلیماتِ رسول (ﷺ) کی برکات کو ظاہر کرتے ہیں''(۲۷) ڈاکٹر فرمان فتحپوری کا کہنا ہے کہ ''چاروں جلدوں کے بیشتر واقعات ایسے ہیں جن میں آنحضرت ﷺ کی زندگی' سیرت' اخلاق' اقوال' اعمال اور اوصاف ہی زیرِ بحث آتے ہیں'' (۲۸)

پروفیسر سید یونس شاہ کہتے ہیں:

''حفیظؔ نے اردو ادب کو نعت کے حوالے سے بہت کچھ دیا ہے۔ جذبات نگاری کے علاوہ واقعہ نگاری میں کمال حاصل تھا۔ الفاظ کا برمحل استعمال اور انتخاب' تشبیہات کی نزاکت اور استعاروں کی لطافت ان کے کلام کے فنی پہلوؤں کو اجاگر کرتی ہے۔''(۲۹)

شاہنامۂ اسلام جلد اوّل میں حضور رسولِ انام علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ولادتِ مبارکہ کے ذکر کے بعد حفیظؔ نے یہ شعر لکھ کر کہ

فرشتوں کی سلامی دینے والی فوج گاتی تھی
جنابِ آمنہؓ سنتی تھیں' یہ آواز آتی تھی

جو ''سلام'' لکھا ہے (مطلع)

سلام اے آمنہؓ کے لال' اے محبوبِ سبحانی
سلام اے فخرِ موجودات' فخرِ نوعِ انسانی

اس کے بارے میں پروفیسر جیلانی کامران نے لکھا:

''یہ سلام بیک وقت تاریخی' مذہبی اور فکری سچائیوں کا اظہار ہے اور رسول اللہ (ﷺ) کے ہمہ گیر اور عالمگیر مقام کا تذکرہ کرتے ہوئے نہ صرف مسلمانوں کے بنیادی عقائد کی

تصدیق کرتا ہے بلکہ انسانی تاریخ پر رسول اللہ (ﷺ) کے احسانوں کا ذکر کرتے ہوئے انسانی تاریخ کے لیے اقدار کے دائمی معیار کی طرف اشارہ بھی کرتا ہے۔''(۳۰)

حفیظؔ نے طیبہ جانے والے کو جس طرح ''میرا سلام لے جا'' کا سبق دیا ہے وہ بھی محبت وعقیدت کا دلآویز مرقع ہے۔(۳۱) ''تلخابۂ شیریں'' میں یہ نعتیہ اشعار ملتے ہیں:

راہ پر آ ہی گئی گردشِ ایّام آخر
ہو گیا روئے سفر سوئے مدینہ میرا
معجزہ جس نے نہ دیکھا ہو وہ مجھ کو دیکھے
کس طرح ڈوب کے ابھرا ہے سفینہ میرا

اصغر حسین خان نظیرؔ لودھیانوی کے مضمون میں درج ذیل ایک شعر کا اضافہ ہے:

اپنے در پر جو بلاتے ہیں تو اتنا بھی کریں
اب کہیں اور نہ مرنا ہو نہ جینا میرا

''بزم نہیں رزم'' میں نظم ''معجزۂ مُوئے مبارک'' میں نعتیہ اشعار ہیں۔ چودھری غلام عباس کی تعریف میں کہی گئی نظم میں بھی اور کشمیری جہاد کے حوالے سے ان کی صدارت میں پڑھی گئی نظم میں بھی نعتیہ اشعار ملتے ہیں (۳۲)۔ ''شاہنامۂ اسلام'' میں سلام کے علاوہ مثنوی کے ۹۰۸ے اشعار میں سے ہر ایک

کرشمہ دامنِ دل می کشد کہ جا ایں جا ست

صرف حضور سرورِ کائنات علیہ السلام والصلوٰۃ کے اس دنیائے آب و گِل میں تشریف لانے کی تمہید میں کہے گئے اشعار میں سے چند نقل کرتا ہوں:

طلسمِ کُن سے قائم بزمِ ہست و بود ہو جانا
اشارے ہی سے موجودات کا موجود ہو جانا
عناصر کا شعورِ زندگی سے بہرہ ور ہونا
لپٹ کر آب و خاک و باد و آتش کا بشر ہونا
یہ کیا تھا' کس لیے' کس کے لیے تھا' مدّعا کیا تھا؟
یونہی تھا یا کوئی مقصد تھا' آخر ماجرا کیا تھا
یہ کس کی جستجو میں مہرِ عالم تاب پھرتا تھا

ازل کے روز سے بے تاب تھا' بے خواب پھرتا تھا (۳۲)
یہ کس کی آرزو میں چاند نے تختی سہی برسوں
زمیں پر چاندنی برباد و آوارہ رہی برسوں
یہ کس کے شوق میں پتھرا گئیں آنکھیں ستاروں کی
زمیں کو تکتے تکتے آگئیں آنکھیں ستاروں کی (۳۳)
یہ کس کے واسطے مٹی نے سیکھا گُل فشاں ہونا
گوارا کر لیا پھولوں نے پامالِ خزاں ہونا
مشیت تھی کہ یہ سب کچھ تہِ افلاک ہونا تھا
کہ سب کچھ ایک دن نذرِ شہِ لولاک ﷺ ہونا تھا (۳۵)

حواشی

۱۔ حفیظ جالندھری۔ شاہنامۂ اسلام۔ جلد چہارم۔ مکتبہ تعمیر انسانیت' لاہور۔ ۱۹۸۵ء۔ ص ۱۵ (بحوالہ رسالہ ''آواز'')

۲۔ حفیظ۔ نغمہ زار۔ القرآن لمیٹڈ لاہور۔ اشاعتِ ششم۔ ۱۹۴۷ء۔ ص ۶

۳۔ حفیظ۔ شاہنامۂ اسلام جلد اوّل۔ لاہور۔ ۱۹۸۵ء۔ ص ۱۸

۴۔ آزاد فتحپوری' ڈاکٹر محمد اسماعیل۔ اردو شاعری میں نعت۔ جلد دوم (حالی سے حال تک) نسیم بک ڈپو لکھنؤ۔ بار اوّل' ۱۹۹۲ء۔ ص ۱۰۲

۵۔ حفیظ۔ تلخابۂ شیریں۔ دیباچہ از مصنف۔ ۱۰'۹

۶۔ حفیظ۔ بزمِ نہیں رزم۔ ایوانِ اردو لاہور۔ اشاعتِ اوّلیں رمضان۔ ۱۳۹۳ھ

۷۔ حفیظ۔ شاہنامۂ اسلام۔ جلد دوم۔ ص ۲۷

۸۔ گوہر ملسیانی۔ عصرِ حاضر کے نعت گو۔ گوہر پبلی کیشنز' صادق آباد۔ اشاعتِ اوّل ۱۹۸۳ء۔ ص ۳۹

۹۔ شام و سحر (ماہنامہ) لاہور۔ نعت نمبر (۱)۔ ص ۷۳

۱۰۔ محمد قاسم سید۔ پاکستان کے نعت گو شعرا۔ جلد اوّل۔ ہارون اکیڈمی' کراچی۔ ۱۹۹۳ء۔ ص ۱۳۱

۱۱۔ حفیظ۔ تلخابۂ شیریں۔ ص ۱۸

۱۲۔ رفیع الدین اشفاق' ڈاکٹر۔ اردو میں نعتیہ شاعری۔ اردو اکیڈمی' سندھ' کراچی۔ ۱۹۷۶ء۔ ص ۳۵۳

۱۳۔ اردو شاعری میں نعت۔ جلد دوم (حالی سے حال تک)۔ ص ۱۰۱۔ حاشیہ

۱۴۔ ریاض مجید' ڈاکٹر۔ اردو میں نعت گوئی۔ اقبال اکیڈمی پاکستان' لاہور۔ طبع اوّل' ۱۹۹۰ء۔ ص ۴۴۳

۱۵۔ ضیاء الدین لاہوری۔ جوہرِ تقویم۔ ادارہ ثقافتِ اسلامیہ' لاہور۔ طبع اوّل' ۱۹۹۴ء۔ ص ۲۱۲

۱۶۔ اردو شاعری میں نعت۔ جلد دوم۔ ص ۱۰۱

۱۷۔ بزمِ نہیں رزم۔ ص ۱۷ (''وصیت'' از حفیظ)

۱۸۔ پاکستان کے نعت گو شعرا۔ جلد اوّل۔ ص ۱۳۱

۱۹۔ شام و سحر (ماہنامہ) لاہور۔ سیرت نمبر' ۱۹۸۴ء۔ ص ۱۷۰ (پروفیسر جعفر بلوچ)

۲۰۔ اردو شاعری میں نعت۔ جلد دوم۔ ص ۱۰۲

۲۱۔ راجا رشید محمود۔ پاکستان میں نعت۔ ایجوکیشنل ٹریڈرز پبلشرز' لاہور۔ طبع اوّل' ستمبر ۱۹۹۴ء۔ ص ۳۸

۲۲۔ محمود' راجا رشید۔ سیرتِ منظوم۔ مکتبہ ایوانِ نعت' لاہور ۱۹۹۲ء۔ ص ۵۔۹

۲۳۔ شام و سحر (ماہنامہ) لاہور۔ نعت نمبر ۵۔ جنوری' فروری ۱۹۸۶ء۔ ص ۴۲۴ (مضمون ''اردو میں نعت نگاری' ایک جائزہ ۱۹۷۵ء تک'' از ڈاکٹر انور سدید)

۲۴۔ گوہر ملسیانی۔ عصرِ حاضر کے نعت گو۔ ص ۹۵

۲۵۔ آفتاب احمد نقوی' ڈاکٹر۔ دلیلِ آفتاب (ترتیب و تدوین: عمران نقوی)۔ شفیق پبلی کیشنز' لاہور۔ اشاعت اوّل' جون ۲۰۰۱ء۔ ص ۳۶۱

۲۶۔ شام و سحر (ماہنامہ) لاہور۔ نعت نمبر ۱۔ جنوری' فروری ۱۹۸۱ء۔ ص ۷۳ (تذکرہ عندلیبانِ ریاضِ رسول اللہ ﷺ از اصغر حسین خاں نظیر لودھیانوی) / پاکستان کے نعت گو۔

جلد اوّل۔ ص ۱۳۲

نظیر لودھیانوی نے لکھا:

''(شاہنامۂ اسلام) میں عہدِ سعادت کے حالات اور شاہانِ اسلام کی فتوحات کی منظوم تاریخ بیان کی گئی ہے۔'' اور سید محمد قاسم کا خیال ہے کہ

''شاہنامۂ اسلام اگرچہ مکمل نعت کا کوئی مجموعہ نہیں تاہم اس میں نعتیہ اشعار کی کمی نہیں ہے۔ ان کی وہ تاریخی نظم جو سرکارِ مدینہ (ﷺ) کی بعثت سے تعلق رکھتی ہے اس میں شامل ہے''۔

حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ شاہنامۂ اسلام مثنوی کی صورت میں حضور رسولِ کریم ﷺ کی سیرتِ طیبہ ہے جو غزوۂ احزاب (جنگِ خندق) تک کے حالات پر مشتمل ہے۔

۲۷۔ اردو میں نعتیہ شاعری۔ ص ۵۸۹

۲۸۔ فرمان فتحپوری ڈاکٹر۔ اردو کی نعتیہ شاعری۔ آئینۂ ادب لاہور۔ ص ۱۰۵

۲۹۔ یونس شاہ، پروفیسر سید۔ تذکرۂ نعت گویانِ اردو۔ حصہ دوم۔ مکتبہ کس لاہور۔ بار اوّل نومبر ۱۹۸۲ء۔ ص ۳۹۵، ۳۹۶

۳۰۔ ریاض مجید ڈاکٹر۔ اردو میں نعت گوئی۔ ص ۴۴۷ (بحوالہ تاریخ ادبیاتِ مسلمانانِ پاک و ہند۔ دسویں جلد۔ ص ۱۰۴)

۳۱۔ اردو میں نعت گوئی۔ ص ۴۵۱/ شام و سحر۔ نعت نمبر (۱)۔ ص ۴۷

۳۲۔ تکلّفِ شیریں۔ ص ۲۹۴

۳۳۔ شام و سحر۔ نعت نمبر (۱)۔ ص ۴۷

۳۴۔ بزمِ نہیں رزم۔ ص ۸۸، ۱۱۰، ۱۳۳

۳۵۔ شاہنامۂ اسلام۔ جلد اوّل۔ ص ۱۰۹، ۱۱۰

☆☆☆☆☆

نعت کے موضوع پر دنیا میں سب سے زیادہ کام کرنے والے

(شاعرِ نعت) راجا رشید محمود کے

۴۷ مطبوعہ مجموعہ ہائے نعت (اردو)

ورفعنا لک ذکرک	حدیثِ شوق	منشورِ نعت
سیرتِ منظوم	۹۲	شہرِ کرم
مدیحِ سرکار ﷺ	قطعاتِ نعت	حی علی الصلوٰۃ
مخمساتِ نعت	تضامینِ نعت	فردیاتِ نعت
کتابِ نعت	حرفِ نعت	نعت
سلامِ ارادت	اشعارِ نعت	اوراقِ نعت
مدحتِ سرور ﷺ	عرفانِ نعت (صوبائی نعت ایوارڈ)	دیارِ نعت
تسبیحِ نعت	صباحِ نعت	احرامِ نعت
شعاعِ نعت	دیوانِ نعت	منتشراتِ نعت
منظومات	تجلیاتِ نعت	وارداتِ نعت
بیانِ نعت	مینائے نعت	حمد میں نعت
التفاتِ نعت	عنایتِ نعت	مرقعِ نعت
نیازِ نعت	بستانِ نعت	سرودِ نعت
تابشِ نعت	صدائے نعت	منہاجِ نعت
متاعِ نعت	قندیلِ نعت	ذوقِ مدحت
فانوسِ نعت	مشعلِ نعت	

.........ان مجموعہ ہائے نعت میں موجود کاوشیں.........

حمدیں = ۲   حمد و نعت = ۲   قطعات = ۵۸۹

غزل کی ہیئت میں نعتیں = ۲۳۳۶   ان میں موجود اشعار = ۲۵۰۸۹

فردیات = ۲۴۳۳   مخمسات = ۶۶   تضمینیں = ۵۳

نظمیں = ۱۳   مثلث = ۳ (۲۷ بند)   مسدس = ۵ (۱۸ بند)

مربع = ۱ (۷ بند)

.........ان ۴۷ مجموعہ ہائے نعت کے صفحات = ۵۲۰۰

شاعرِ نعت کے مطبوعہ مجموعہ ہائے نعت (پنجابی)

نعتاں دی ڈالی (صدارتی ایوارڈ)	حق دی تائید	ساڈے آقا سائیں ﷺ

صفحات = ۴۲۸ ....

مطبوعہ مجموعہ ہائے حمد

....

سجود تحیت

خدائے شہرِ زمن

.... صفحات = ۴۲۸ ....

....

تحقیقِ نعت (مطبوعات)

پاکستان میں نعت	خواتین کی نعت گوئی
غیر مسلموں کی نعت گوئی	نعت کیا ہے؟
اقبالؒ و احمد رضاؒ: مدحت گرانِ پیغمبرؐ	انتخابِ نعت
مولانا خیر الدین خیوریؒ اور ان کی نعت گوئی	مقدمہ "نعت کائنات"
اُردو نعتیہ شاعری کا انسائیکلوپیڈیا۔ جلد اول، جلد دوم	مدحت سرایانِ حضور ﷺ
شاعرانِ نعت	نعت میں ذکرِ میلادِ سرکار ﷺ

صفحات = ۲۷۰۴

۱۹۹۷ میں نعت کے موضوع پر گرانقدر تحقیق کرنے پر صدارتی ایوارڈ ملا۔ موضوع کا واحد ایوارڈ

....

تخلیقِ مناقب

مناقبِ صحابہؓ

(عنوانات: حمدِ باری تعالیٰ۔ نعتِ حبیبِ کبریا ﷺ۔ آباءِ سرکارؐ۔ مومنِ اول۔ اُمہاتِ المومنینؓ۔ پنجتن پاک۔ بنات النبی۔ اصحابِ رسولؐ۔ خلفاء راشدین۔ حضرات شیخینؓ۔ عشرہ مبشرہؓ۔ دامادانِ پیغمبرؐ۔ حضراتِ حسنینؓ۔ صحابہ کرامؓ۔ انصارِ مدینہ۔ غلامانِ سرکار ﷺ۔ شاعرانِ دربارِ رسول ﷺ۔ اصحابِ صفہ۔ صحابہ و اہلِ بیت۔ صحابیات)

منظومات: ۱۳۵ .... صفحات = ۴۴۲

تدوینِ نعت (مطبوعہ کاوشیں)

مدیحِ رسول ﷺ	نعتِ خاتم المرسلین ﷺ	نعت کائنات
نعتِ حافظ	قلزمِ رحمت	مدیحِ سرورِ کونین ﷺ
فنِ نعت	لاکھوں سلام (دو حصے)	طرحی نعتیں (بیس حصے)
نعت کیا ہے؟ (چار حصے)	نعت ہی نعت (سولہ حصے)	کلامِ ضیاؔ (دو حصے)
غیر مسلموں کی نعت (چار حصے)	سلامِ ضیاؔ (دو حصے)	آزاد بیکانیری کی نعت
حسن بریلوی کی نعت	غریب سہارنپوری کی نعت	علامہ اقبال کی نعت
بہزاد لکھنوی کی نعت	اختر الحامدی کی نعت	محمد حسین فقیر کی نعت
شیدا بریلوی اور جمیل نظر کی نعت	کافی کی نعت	لطف بریلوی کی نعت
ذو ہر بیرجی کی نعت	عبدالقدیر حسرت کی حمد و نعت	فقیر فاروقی کی نعت
حمیدہ صدیقی کی نعت	عابد بریلوی کی نعت	نعتِ قدسی
عربی نعت	وارثیوں کی نعت	نعتیہ مسدس
آزاد نعتیہ نظم	نعتیہ رباعیات	نعتیہ تضمینیں
نورٌ علیٰ نور	استغاثے	سوچ نور
رسول نمبروں کا تعارف (چار حصے)	فیضانِ رضا	حضورؐ کے لیے لفظ "آپ" کا استعمال

= ۱۶۲۳۰ صفحات

تدوینِ حمد

حمدِ باری تعالیٰ	نقوش قرآن نمبر، جلد چہارم (اُردو حمد)	حمدِ خالق

= ۳۰۴ صفحات

تدوینِ مناقب

مناقبِ سید ہجویرؒ	مناقبِ داتا گنج بخشؒ	مناقبِ خواجہ غریب نوازؒ
مناقبِ غوث اعظمؒ	مناقبِ سید ہجویریؒ داتا گنج بخش	مناقبِ بہاء الدین ذکریا ملتانیؒ

= ۱۰۰۴ صفحات

ماہنامہ "نعت" لاہور کی جنوری ۱۹۸۸ سے دسمبر ۲۰۰۷ تک باقاعدہ اشاعت کے ۲۰ سال = ۲۶۵۸۰ صفحات

> بیسیوں مقالاتِ نعت، بیسیوں ادبی اور تنقیدی مقالات، متفرق احادیث کی تشریح، "حسبِ دستور" اور "طلوع" کے کالم، کتبِ سیرت النبی ﷺ میں پائے جانے والے بعض تسامحات کی تحقیق، تحقیق کے ساتھ مضامین و مقالات۔ تحقیقی انداز میں لکھے گئے مقالاتِ تصوف، صحابہ کرامؓ، اولیاء عظامؒ اور صلحائے اُمت کی منثور مداحی۔
> (ایوانِ نعت رجسٹرڈ کے صدر، سید ہجویر نعت کونسل کے چیئرمین، مجلسِ سخن رجسٹرڈ اور انجمن خادمانِ اُردو کے جنرل سیکرٹری، ایوانِ اُردو، سلام، نعت کدہ، تحریکِ فلاح اور ایوانِ سیرت کے بانی)

دیگر موضوعات

سیرت رسول خیر ﷺ

نزولِ وحی — شعب ابی طالب — حضور ﷺ کی عاداتِ کریمہ
تسخیرِ عالمین اور رحمت للعالمین ﷺ — حضور ﷺ اور بچے — میرے سرکار ﷺ
درود و سلام — میلادالنبی ﷺ — میلادِ مصطفیٰ ﷺ
مدینۃ النبی ﷺ — عظمت تاجدارِ ختم نبوت ﷺ — =۱۸۸۴ صفحات

اسلامیات

احادیث اور معاشرہ — ماں باپ کے حقوق — حمد و نعت
قادیانی: ایک تعارف — قرطاسِ محبت — =۵۱۲ صفحات

تراجم (انگریزی اور عربی سے)

الخصائص الکبریٰ از امام سیوطیؒ — فتوح الغیب از غوث اعظم — تعبیر الرؤیا منسوب بہ امام سیرینؒ
نظریۂ پاکستان اور نصابی کتب — =۱۹۶۴ صفحات

نصابیات

نصابی کتب: تدوین سے طباعت تک — نصابی کتب: آرا و افکار =۱۶۷۶ صفحات

۱۹۸۷ء "درسی کتاب" برائے جماعت اوّل کے مصنف اول ۱۹۸۸ء درسی کتاب برائے جماعت دوم کے مصنف اول
موجودہ "میری کتاب" برائے جماعت دوم کے مصنف اول موجودہ "اردو کی ساتویں کتاب" کے ایڈیٹر
۱۹۶۸ء سے ۱۹۹۵ء تک اردو کی نصابی کتب کے ایڈیٹر

بچوں کے لیے نظمیں

راج دلارے =۹۶ صفحات

تاریخ / پاکستانیات

تحریک ہجرت ۱۹۲۰ — اقبال، قائداعظم اور پاکستان — قائداعظم: افکار و کردار
=۸۴۷ صفحات

سفرنامے

سفرِ سعادت منزلِ محبت — دیارِ نور — سرزمینِ محبت
نعت کے سائے میں =۵۶۰ صفحات

۱۹۹۹ کا صوبائی سیرت ایوارڈ

تمام تصانیف و تالیفات کے مجموعی صفحات = ۴۷۷۵

Monthly "NAAT" Lahore
LRL 157
نام لیتا ہے جو یہ صبح و مسا سرکار ﷺ کا
کام ہے محمود کو اتنا ہی سرکاری بہت
راجا رشید محمود